پیش لفظ

دنیا میں مختلف نامور شخصیات نے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کی ہے۔ ان میں مجاہد اسلام سلطان ٹیپو شہیدؒ کا نام بھی سرفہرست ہے۔ سلطان ٹیپو ایک مجاہد نڈر اور خدا ترس حکمران تھے۔ یہ تمام صفات اس کو وراثت میں ملی تھیں۔ جن کو اس شیر میسور نے خواب چمکایا۔ سیاسی اعتبار اور حسن تدبر کے لحاظ سے بھی وہ کوئی معمولی درجے کے انسان یا حکمران نہیں تھے۔ وہ ہندوستان میں پہلا شخص تھا کہ جس نے انگریز کے خلاف آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ اور انگریز کے سامنے اگرچہ وہ طاقت میں کمزور اور تعداد میں کم اور وسائل میں بھی قدرے کم تھا۔ مگر وہ پھر بھی دشمن کے سامنے میدان جنگ میں ڈٹ گیا۔ اور آخری دم تک جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا۔ مگر اپنی عزت و حمیت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اور انگریز کی غلامی کو قبول نہ کیا۔ اس نے باپ کی تعلیم و تربیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے عوام کے ساتھ اسلامی روایات کے مطابق عمل کیا۔ اور عوام کی اسلامی نقطہ نگاہ سے خدمت کی۔ سلطان شہیدؒ کے سیاسی تدبر کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اس نے اپنی ریاست میں صنعت و تجارت کو فروغ دیا اور ملک کو خوشحالی بخشی۔ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی۔ لوگوں کو انصاف و عدل دیا۔ اس کے علاوہ ہمسایہ ریاستوں کے راجوں کو اتفاق و محبت سے زندگی گزارنے کی دعوت بھی دی۔ مگر ان تمام اوصاف اور خوبیاں کے باوجود انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے میں ناکام رہا۔ جس کی محض وجہ یہ تھی۔ کہ وہ تمام خوبیاں

ایک شخص کی ذاتی تھیں۔ اجتماعی نہ تھیں۔قوم نے ساتھ نہ دیا۔امرا اور وزرا نے غداری کی اور ہر فرد اپنی ذاتی مفاد کے سوا کچھ نہ تھا۔انگریز قوم اگر اخلاقی طور پر عیب دار تھی۔مگر قوم کے ساتھ وفاداری میں وہ سب ثابت قدم اور وفادار تھے۔اس لحاظ سے سلطان کا انگریزوں سے مقابلہ ایک فرد اور قوم کا مقابلہ تھا۔جس میں سلطان کے بہترین دوست غدار وطن میر صادق، میر غلام علی لنگڑہ، میر قمر الدین، میر معین الدین، وغیرہ اس کے دشمن اور غدار تھے۔اور وہ مار آستین ثابت ہوئے۔ان غداروں نے دنیا کی وقتی خوشی کی خاطر آخرت کا ابدی عذاب خریدا اور آنے والی نسلیں ان پر ہمیشہ لعنتیں بھیجتی رہیں گی۔

جعفر از بنگال صادق از دکن

ننگ ایمان ننگ دین ننگ وطن

شمیم علی خان

مقولہ

۱۔

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

(سلطان ٹیپو شہیدؒ)

۲:۔

جب انسان کا عزم کرتا ہے چست
بلند آسمان کو سمجھتا ہے وہ پست

شہادت

عین اس وقت
جب کہ دونوں وقت مل رہے تھے
اور
آفتاب شفق کی سرخیوں میں ڈوب رہا تھا
سلطنت خداداد کا مہر منیر اور حریت کا جانباز
سلطان ٹیپو سرنگا پٹم کی دیواروں پر
اپنی حسرت بھری الوداعی نگاہیں ڈالتا
ہوا ہمیشہ کے لیے اپنے خون کی سرخیوں میں
غروب ہو گیا۔ اور قوم کو اپنے احسانات
سے محروم کر گیا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عشق آزادی

عشق و آزادی میرا ایمان ہے
عشق میری جان آزادی میرا ایمان ہے
عشق پر کردوں فدا میں اپنی ساری زندگی
لیکن آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

(ٹیپو سلطانؒ)

وہ جس کے نام سے ڈرتے تھے بچگان فرنگ
جلاا نہ سامنے اس کے کبھی چراغ فرنگ

......

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

باب نمبر ا

سلطان ٹیپو شہیدؒ

خاندانی پس منظر

آپ کے والد کا نام حیدر علی تھا۔ جو کہ میسور کے والی نواب تھے آپ کے والد نے راجہ میسور ڈریا کی فوج میں معمولی سپاہی سے ملازمت اختیار کی تھی۔ جو کہ اپنے خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے بہت جلد ڈنڈیگل کے گورنر مقرر ہوئے۔ چونکہ راجہ ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں کو سمجھ چکا تھا جن کی وجہ سے ایک معمولی سپاہی کو اس قدر اہم گورنری کا عہدہ تفویض کیا۔ آپ کے دادا بھی میسور کے راجہ کی فوج میں بطور سپاہی ملازمت حاصل کرر رلی جو ترقی کرتے ہوئے ڈنڈی گل کے گورنر مقرر ہوئے آپ کا خاندان فوج میں ملازمت کرتا ہوا آ رہا تھا۔ کیونکہ آپ کے باپ کے علاوہ دادا بھی جن کا نام فتح محمد تھا صوبہ اسرا کے حاکم نواب درگاہ قلی خاں کے دربار میں فوج میں ایک اہم عہدے پر مامور تھا۔ آپ کے دادا ایک جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ کے دادا کے تین بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں

ا۔ حیدر علی

۲۔ ولی محمد

۳۔ شہباز احمد

حیدر علی جو کہ ٹیپو سلطان کے والد تھے وہ اپنے باپ کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے باقی دونوں بھائی ان سے چھوٹے تھے۔ جب آپ کے دادا شہید ہو گئے تو ان کے خاندان کا ملازمت کے علاوہ کوئی ذریعہ روزگار نہ تھا جس کی وجہ سے کافی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تو بڑے بھائی ہونے کی وجہ سے سارے خاندان کے افراد کا بوجھ ان کے شانوں پر آن پڑا۔ تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بھائی شہباز احمد کو سرنگا پٹم بلایا اور ان کی تربیت کا بندوبست کیا۔ ان دنوں ہر بچے کو درجہ ذیل مہارتوں میں کمال پیدا کرنا قابل فخر سمجھا جاتا۔ اور ان مہارتوں میں صلاحیتوں کا پیدا کرنا قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

۱۔ شمشیر زنی

۲۔ گھوڑسواری

۳ تیراندازی

۴۔ نشانہ بازی

۵ دیگر جنگی فنون میں کمال پیدا کرنا

کیونکہ ان کے زمانے میں جنگی تربیت کا زیادہ رواج تھا کیونکہ عام جنگیں لڑی جاتی تھیں۔ تو باکمال افراد کی سخت ضرورت اور ان کی قدر ہوتی تھی۔ اس لئے ان دونوں بھائیوں نے نہایت شوق اور محنت سے تمام جنگی فنون میں کمال حاصل کیا اور جنگی فنون میں کمال اس قدر حاصل کیا کہ پورے علاقے میں شہرت ہونے لگی۔

انھی جنگی فنون میں مہارت وکمال کی وجہ سے میسور کے راجہ نے ان کوفوج میں بھرتی کرلیا جس کی وجہ سے کچھ مالی مشکلات میں بھی کمی ہوئی دیون ہلی میں مرہٹوں کے ساتھ لڑائی ہوئی جس کی وجوہات درج ذیل تھیں:۔

۱۔ دہلی کی مغلیہ سلطنت کمزور ہونے کے باعث مرہٹے اپنے آپ کو طاقت ور سمجھنے لگے۔

۲۔ مرہٹے مغلیہ سلطنت کمزور ہونے کی وجہ سے ہندوستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

۳۔ آئے دن چھوٹی موٹی سازشیں کرتے رہتے تھے۔تو ان دنوں میسور ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔تو ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں نے حملہ کر دیا۔راجہ میسور مرہٹوں کے مقابلے میں حیدر علی کوفوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا جس میں حیدر علی کی فوج کو فتح حاصل ہوئی اور حیدر علی کی فوج نے مرہٹوں کو مار بھگایا مگر حاسدوں نے حیدر علی کے خلاف سر اٹھالیا راجہ میسور کی ایک رانی اور ایک ہندو وزیر جس کا نام کھنڈے راؤ تھا۔نے حیدر علی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور اہم کردار ادا کیا انھوں نے راجہ کو بھی حیدر علی کے خلاف بھڑکایا کیونکہ حیدر علی ایک مسلمان تھا اور راجہ بھی غیر مسلم تھا اس لئے بھی اس کے دل میں بھی عناد موجود تھا۔تو حاسدوں نے راجہ کو جب حیدر علی کے خلاف بھڑکایا تو راجہ بھی اس کے خلاف ہو گیا۔

”جسے خدا عزت دے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا“

حیدر علی کے خلاف حاسدوں کی سازشیں تو جاری تھیں ۔انھوں نے آپس میں مشورے سے طے کیا کہ جب حیدر علی سرنگا پٹم آئے تو اس کی رہائش گاہ کو اچانک خاموشی سے آگ لگا دی جائے ۔لیکن جسے اللہ تعالی محفوظ رکھے کوئی اس کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا تو حیدر علی کو اس سازش کا پہلے ہی سے علم ہو گیا ۔وہ اکیلا ہی سرنگا پٹم سے نکل کر بنگلور آ گیا اور اپنے بیوی بچوں کو وہیں پر رہنے دیا۔جس کی وجہ سے اکھنڈے راؤ نے راجہ کی اجازت سے فوج کو حیدر علی کی گرفتاری کے لیے روانہ کردیا۔

میسور کی حکمرانی

حیدر علی ایک بہادر اور جانثار سپہ سالار تھا اس پر پھر مصیبت کا عالم تھا۔تو اس نے اپنے حواس کو قائم رکھتے ہوئے منصوبہ بندی کی اور اپنے جانثاروں کو اکٹھا کیا اور میسور کی فوج کے مقابلے پر نکل آیا۔دونوں افواج کا سرنگا پٹم کے مقام پر مقابلہ ہوا جس میں اللہ تعالی نے حیدر علی کو فتح نصیب کی اور حیدر علی نے سرنگا پٹم پر قبضہ کرلیا اس طرح راجہ میسور کی احسان فراموشی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث قدرت نے مظلوم رعایا کی نگرانی کا کام حیدر علی کے سپرد کر دیا اور حیدر علی اس سے قبل فوج کے صرف سپہ سالار تھے اب ریاست میسور کا حکمران بھی بن گئے اور انھوں نے عوام کا تاج دار بن کر عوام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔کھنڈے راؤ گرفتار ہوا۔آخر کار قتل کر دیا گیا اور حیدر علی جنوبی ہند کی ریاست کا تاجدار بن گیا بلکہ حیدر علی اپنے زمانے کا ایک

زبردست خودمختار نواب بن گیا اور اس کی بہادری اور دلیری کی مثال نہیں ملتی تھی اس کے دل میں اللہ تعالی نے خوف نام کی کوئی چیز نہ ڈالی تھی وہ بے خوف وخطر میدانِ جنگ میں کود پڑتا تھا اور اس کو فنون جنگ میں بھی خوب مہارت حاصل تھی۔

مرہٹوں کی شکست کے بعد جب حیدر علی میسور کا حکمران بن گیا تو انگریزوں نے بھی اس سے حسد کرنا شروع کر دیا۔ مگر حیدر علی اس قدر دلیر اور بہادر تھا کہ انگریز اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود حیدر علی کو کسی بھی میدان میں شکست نہ دے سکے بلکہ حیدر علی کا سکہ انگریز سپاہیوں اور جرنیلوں پر اس قدر جما ہوا تھا کہ وہ حیدر علی کا نام سن کر لرز جاتے تھے اور اس کا نام ہی اس کو پریشان کر دیتا تھا وہ اس کے تذکرے سے ہی ڈر کر سہم جاتے تھے۔

اس لئے ۱۷۶۱ء تا ۱۷۸۲ء تک انگریز حیدر علی کو شکست نہ دے سکے

میسور کی پہلی جنگ میں مدارس کے معرکے میں انگریزوں کو حیدر علی نے وہ چنے چبائے کہ ان کو بدحال کر دیا اور میسور کی پہلی جنگ میں زخم انگریزوں کو ایسے دیے کہ وہ ہمیشہ ان کو چاٹتے رہے۔

انگریزوں کے علاوہ مرہٹوں اور نظام دکن کی سازشیں بھی ہوتی رہیں مگر وہ حیدر علی کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور حیدر علی نے جنوبی ہند میں اپنی ریاست کو خوب وسیع کیا جس کا رقبہ چوراسی ہزار (84000) مربع میل تک پہنچ گیا۔

وفات حیدر علی

حیدر علی سیاسی تدبر اور حسن تدبر کے لحاظ سے کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ مگر موت اور زندگی کی کشمکش تو ہر انسان کے ساتھ جاری رہتی ہے حیدر علی نے ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء میں ارکاٹ کے قریب وفات پائی۔ اور شاہی طریقے سے لال باغ (سرنگا پٹم) میں دفن کیا گیا۔ اس شیر دل مرد کی وفات کے بعد انگریزوں نے اپنے پاؤں برصغیر میں جمانے شروع کیے کیونکہ حیدر علی کے علاوہ اور کوئی دوسرا ان کے راستے میں رکاوٹ بننے والا نہ رہا تھا تو انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے اقتدار کو مضبوط کرنا شروع کر دیا جس میں کامیاب رہے۔

حیدر علی کی شادیاں

حیدر علی نے دو شادیاں کی تھیں جن میں پہلی شادی اس نے صوبے سرا کے سید پیرزادہ شاہ میاں کی بڑی بیٹی سے کی جن کا اصل نام سید شہباز تھا۔ حیدر علی کی پہلی شادی بڑی دھوم دھام اور پروقار انداز سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹی عطا فرمائی مگر ان کی بیوی پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا نچلا دھڑ بیکار ہو گیا اور بیماری بڑھتی ہی گئی جوں جوں علاج کیا۔ اور حیدر علی کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا کیونکہ حیدر علی ایک جنگ جو نوجوان تھا اور بیٹے کا خواہش مند تھا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ بیوی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ مگر حیدر علی اس بیوی سے بہت پیار اور محبت کرتا تھا مگر بیوی بھی اس کے جذبات کی کلی طور پر احساس شناسا تھی۔

بیوی نے حیدر علی کو بلا کر کہا:۔

"میرے آقا مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے بہت چاہتے ہو مگر میں بیماری کی وجہ سے تمھاری خواہش پوری نہیں کر سکتی کیونکہ میں بیماری کی حالت میں ہوں مجھے سخت فالج ہو چکا ہے۔علاج سے کوئی افاقہ حاصل نہیں ہو رہا اور تم جوان ہو۔اس لئے میری خواہش ہے کہ تم دوسری شادی کر لو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سلطنت کے لئے ایک ولی عہد کی ضرورت ہے۔"

حیدر علی نے بڑی پیار اور صبر سے بیوی کی بات کو سنا مگر وہ دوسری شادی پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا مگر حیدر علی نے بیوی کو تسلی دینے کی خاطر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور اس کی باتوں کی حقیقت کو سمجھا۔بیوی کا یہ اصرار جاری رہا آخر کار وہ فتح یاب ہوئی اور حیدر علی دوسری شادی پر رضامند ہو گیا۔

دوسری شادی

حیدر علی نے بیوی کے اصرار پر دوسری شادی کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا تو حیدر علی کی دوسری شادی امیر معین الدین کی صاحب زادی جس کا نام فاطمہ بیگم تھا اس کے ساتھ عقد کر دیا گیا میر معین الدین بھی کھڑاپا ریاست کا حاکم تھا۔مگر شادی کے کافی عرصہ تک ان کے ہاں بھی اولاد نہ ہوئی جس کی وجہ سے پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور دونوں میاں بیوی سوچ و بچار میں لگے رہتے۔

حیدر علی کی اولاد

حیدر علی نے پہلی بیوی کی رضامندی پر دوسری شادی تو کر لی کہ اللہ تعالی سلطنت کا وارث عطا فرمائے گا مگر وہ تو اللہ تعالی کی قدرت و عنایت سے ہی ہوتا ہے کچھ عرصہ تک ان کے ہاں دوسری بیوی سے بھی اولاد نہ ہوئی تو بڑے فکر مند اور پریشان ہوئے مگر دونوں اللہ تعالی پر ایمان اور یقین رکھتے تھے ان کا یقین تھا کہ ایک دن ان کے گھر میں رونق ضرور ہوگی اور چاند سا پھول ضرور کھلے گا آ کر دونوں میاں بیوی ارکاٹ میں واقع ایک بزرگ صوفی درویش ٹیپو سلطان مستان ولی کے مزار پر حاضری دینے گئے اور وہاں جا کر انھوں نے دعا مانگی اللہ تعالی نے اپنے بزرگ صوفی کے وسیلے سے ان کو عزت بخشی اور دیون ہلی کے مقام پر ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو جمعہ کے دن ایک چاند سا بیٹا تولد ہوا۔ جس کا نام ٹیپو سلطان رکھا گیا۔ ان کا دوسرا نام فتح علی بھی تھا بچے کی پیدائش پر بڑی دھوم دھام سے خوشیاں منائی گئیں ۔ درباریوں میں مٹھائیاں تقسیم کی گئی اور مختلف لوگوں کی طرف سے بلائیں وصول ہوئیں یہ واقعی نیک بخت اور میراث پدر کا حقدار بیٹا تھا۔ جس نے اپنے باپ کے نام کو روشن کیا اور اسلام کے جھنڈے کو بھی بلند کیا۔

''ایسے بچے خوش نصیب گھروں میں جنم لیتے ہیں اور خوش نصیب ہی مائیں جنم دیتی ہیں ۔ جو اسلام کے نام پر جان دیں اور اپنی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت اور عظمت سمجھیں ۔''

باب نمبر۲ سلطان ٹیپو

شجرہ نسب

سلطان ٹیپو

شیخ ولی محمد

شیخ محمد علی

شیخ محمد الیاس	شیخ علی محمد	شیخ محمد امام	شیخ فتح محمد
	شہباز احمد	ولی محمد	حیدر علی
		ٹیپو سلطان	کریم شاہ

ا۔ ٹیپو سلطان کے حالات زندگی ص ۱۱ از سید نعیم الحسن۔

☆

پیدائش :۔

ٹیپو سلطان دیون ہلی کے مقام پر ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو بروز جمعہ پیدا ہوئے ۔اس ہونہار بچے کا نام ٹیپو رکھا گیا جو کہ بعد میں ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور رہوا۔اس کے علاوہ ان کو فتح علی بھی کہا جاتا تھا۔

ٹیپو کی وجہ (۱) تسمیہ :۔

ٹیپو شاہ ارکاٹ کے مشہور درویش تھے۔حیدرعلی خان بادشاہ اورنواب میسوران کا بہت عقیدت مند تھا اس نے اپنے بیٹے کا نام انہی کے نام سے ٹیپو رکھا۔ٹیپو کے لفظی معنی کناری زبان میں جو کہ جنوبی ہند میں بولی جاتی تھی ،چیتے کے ہیں ،ٹیپو کا مقبرہ ارکاٹ میں آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

سلطان ٹیپو کی والدہ محترمہ :۔

سلطان ٹیپو کے دوسوتیلے ماموں تھے جن کے نام یہ ہیں :،

۱۔میر قمرالدین

۲۔میر معین الدین ۔

سلطان ٹیپو وو کی ولادت حیدر علی کی دوسری بیوی کے بطن سے ہوئی تھی جس کا نام فاطمہ بیگم اور عرف مہر النساء تھا۔ وہ کھڑاپا کے حاکم میر معین الدین کی بیٹی تھیں ۔اس کا یہ مطلب ہے کہ معین الدین سلطان ٹیپو کا ماموں اور خسر بھی تھا۔مگر معلومات کے مطابق وہ سوتیلا ماموں تھا ۔ان کا اصلی کوئی ماموں نہ تھا۔آپ کا صرف ایک اور بھائی بھی تھا جن کا نام کریم شاہ تھا جو کہ آپ سے چھوٹا تھا۔

سلطان ٹیپو کی تعلیم و تربیت

ہر بچے کی کی ماں کی گود پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے جس کا اثر بچے کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے ۔مگر ماں کی گود کی تربیت کے علاوہ بیرونی تعلیم و تربیت کا بھی انسان کی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے ۔تو سلطان ٹیپو کی عمر جب پانچ برس ہوئی تو ان کے والد محترم حیدر علی نے ااپنے بیٹے کے لیے تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا کیونکہ باپ کی خواہش تھی کہ اس کا بچہ بڑا ہو کر اس کا نام روشن کرے، حیدر علی نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لیے عربی ،فارسی ، انگریزی اور فرانسیسی کی تعلیم کے لیے اعلی اساتذہ کا انتظام کیا۔حیدر علی کا بیٹا بچپن ہی سے لائق اور ہونہار تھا وہ اساتذہ کی توجہ اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے بچپن کی سیڑھیاں عبور کرتا ہوالڑکپن کی منزل کو پہنچا تو گھوڑسواری ،نیزہ بازی نشانہ بازی اور تیر اندازی جیسے جنگی طریقے سکھائے گئے ۔اس ہونہار اور لائق بچے نے ان جنگی فنون کو بہت جلدی سیکھ کر باپ کے ہمراہ میدان جنگ میں شریک ہو گیا اور میدان جنگ میں اس قدر اپنی صلاحیتوں کا

مظاہرہ کیا کہ دشمن و دوست نے آپ کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا لوہا مان لیا اور سلطان ٹیپو آغاز شباب میں ہی ایک لائق جرنیل بن گیا۔ جب اس کی عمر اکتیس برس کی ہوئی تو حیدر علی نے اسے آٹھ ہزار سوار فوج کے ساتھ مرہٹوں کے مقابلے کے لیے بھیج دیا ٹیپو سلطان نے دریائے کاویری کے کنارے ڈیرے ڈال دیے اور اس وقت مرہٹہ فوج دھرم پوری میں لوٹ مار میں مصروف تھی۔ مگر ٹیپو سلطان نے اپنی خودداری صلاحیت سے ان کے حالات کا خوب جائزہ لیا اور ان کو لوٹ مار میں مصروف رہنے دیا ان کو کچھ نہ کہا بلکہ موقع فراہم کیا اور خود چپکے سے ان کی فوج میں اپنا بھیس بدل کر شامل ہو گیا۔ جس کی کسی کو خبر نہ ہوئی مگر ٹیپو نے موقع پاتے ہی اپنی فوج کو مرہٹوں پر گولیاں برسانے کا حکم دے دیا اور چونکہ مرہٹے تو لوٹ مار میں مصروف تھے اور وہ ایسا سوچ بھی نہ سکتے تھے تو وہ گولیوں کی بوچھاڑ کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ لوٹا ہوا مال وہاں ہی چھوڑ گئے۔ ٹیپو سلطان کو مال غنیمت میں درج ذیل سامان ہاتھ لگا۔

۱۔ گھوڑے چار ہزار (۴۰۰۰)

۲۔ زرومال سے لدے ہوئے سینکڑوں ہاتھی اور اونٹ حاصل ہوئے۔ جن کو لے کر وہ اپنے لشکر کے ہمراہ وطن واپس ہوا۔

سلطان ٹیپو کا بچپن کا واقعہ

ٹیپو سلطان کی عمر تقریباً سات آٹھ برس کی تھی کہ وہ سرنگا پٹم کی گلی میں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ وہاں سے ایک عمر رسیدہ اور خدا پرست فقیر کا گزر ہوا تو اس نے ٹیپو کو دیکھ کر کہا کہ:۔

''بیٹا ایک دن تو میسور کا بادشاہ بنے گا اور حکمران بننے کیصورت میں تم اس جگہ مسجد بناؤ گے جو تمہاری یاد دلاتی رہے گی۔''؟

ششہزادے نے بزرگ کی بات بڑے ادب اور غور سے سنی اور کہا کہ:۔

بابا جی! آپ دعا فرمائیں کہ میں اس ریاست کا بادشاہ بن جاؤں تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاءاللہ اس جگہ نہایت وسیع اور شاندار مسجد تعمیر کراؤں گا۔''

بزرگ سلطان ٹیپو کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور وہ وہاں سے روانہ ہو گیا ،حیدر علی کی وفات کے بعد جب ٹیپو سلطان تخت نشین ہوا تو اس نے حسب وعدہ اسی مقام پر مسجد تعمیر کروائی جس کا نام مسجد اعلیٰ رکھا گیا۔وہ خود بھی اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور اس مسجد میں پہلی امامت بھی ٹیپو ہی نے کرائی۔

سلطان ٹیپو دین دار اور اسلام پرست حکمران تھے۔انھوں نے ہر وقت اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری۔ان کی تعمیر کردہ مسجد کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ان کی یاد تازہ کرتی ہے۔

شادی

ہر ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادیوں کی خوشیوں کو دیکھیں۔اسی طرح حیدر علی کے دل میں بھی یہ ارمان تھے جب سلطان ٹیپو جوان ہوئے تو والدین نے ان کی شادی کرنے کا ارادہ کیا۔

شادی کے معاملے میں اس کی والدہ کی خواہش تھی کہ بیٹے کی شادی خاندان کے بزرگ لالہ میاں کی دختر رقیہ بانو سے کی جائے۔جب کہ اس کے والد (حیدعلی) کی خواہش تھی کہ سلطان ٹیپو کی شادی امام بخش نائطہ کی لڑکی سے ہو۔

مگر لطف کی بات یہ ہے کہ بیٹے نے والدہ اور والد دونوں کو خوش کر دیا دونوں شادیاں ایک ہی دن ہوئیں۔دونوں نکاح ایک ہی دن ہوا۔ٹیپو سلطان کی شادیوں کی رسوم ۱۷۷۴ء کو اختتام پذیر ہوئیں دونوں شادیاں بڑے پروقار انداز سے دھوم دھام سے کی گئیں۔اس وقت ان کی عمر ۲۳ برس کی تھی۔

باب نمبر ۳۔ باپ کی بیٹے کو وصیت

سلطان ٹیپو کے والد حیدر علی ریاست میسوور کے حکمران تھے جو کہ بڑے جنگ جو اور شجاعت و دلیری کے مدح و نغمہ سرا تھے۔ ان کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی کیونکہ ان کی کمر میں سرطان کا ایک بہت بڑا پھوڑا تھا جس نے کمر میں بہت بڑا شگاف ڈال دیا تھا۔ اس لیے حیدر علی کو اپنی زندگی پر بھروسہ نہ رہا تو حیدر علی نے سلطنت کے امور کے بارے میں اپنے ہونہار اور لائق جرنیل بیٹے کو درج ذیل الفاظ میں وصیت کی کہ:۔

۱۔ ''میرے بیٹے! اس بات کو نہ بھولنا کہ تمھارے باپ نے میسور کی سلطنت کو اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں حاصل کی ہے۔ بلکہ اس سلطنت کو بڑی محنت، طاقت اور سختی سے حاصل کیا گیا ہے۔

۲۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا کہ طاقت اور سختی سے حاصل کیا ہوا شاہی جلال عارضی اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کے برعکس تم اپنے خاندان میں کوئی رقابت اور رکاوٹ نہیں پاؤ گے تم فوج کے سرداروں اور سالاروں میں کوئی باہمی رنجش اور دشمنی نہیں پاؤ گے۔ میں رعایا میں سے کوئی تمھارا دشمن چھوڑ کے نہیں جا رہا ہوں۔

جہاں تک ریاست کے اندرونی معاملات کا تعلق ہے تو تمھیں دور اندیشی اور روشن فکر ہونے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان نے مغل بادشاہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ایشیائی ریاستوں میں اپنا اثر و رسوخ اور وقار کھو دیا ہے یہ خوبصورت

دھرتی مختلف صوبوں میں بٹ چکی ہے۔

جو کہ آپس میں جنگیں کرتے رہتے ہیں لوگ مختلف گروہوں اور طبقوں میں بٹ چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حب الوطنی کو یکسر طور پر فراموش کر چکے ہیں۔ ہندو لوگ آرام طلبی اور تن آسانی کی وجہ سے غیر ملکی لوگوں کے ظلم وستم کا شکار رہے ہیں۔ اس کے برعکس مسلمان زیادہ متحد اور حوصلے والے لوگ ہیں اور کافی صلاحیتوں کے مالک ہیں اور اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کی شان وشوکت کو بچائیں''۔

۳۔ ''مرے ہونہار بیٹے! ہر کوشش کو بروئے کار لاؤ تا کہ قرآنی احکامات کی فتح ہو۔ اگر خدا کا فضل تمھارے شامل حال رہا تو وہ دن دور نہیں کہ جب شمشیر محمدی تمھیں تیموری تخت پر بٹھا دے گی''

۴۔ جان عزیز!

تمھارے لئے سب سے بڑی رکاوٹ اہل یورپ کے حسد کا مقابلہ کرنا ہے۔ آج کل ہندوستان میں انگریز ہر طرح سے مضبوط اور طاقتور ہے اور یہ لازمی ہو گیا ہے کہ انھیں جنگ کر کے کمزور کر دیا جائے۔ ہندوستان کے ذرائع اتنے زیادہ نہیں کہ انھیں زمینوں سے بھگا دیا جائے۔ جو کہ انھوں نے قبضہ میں لے لی ہیں۔ یورپ کی قوموں کو آپس میں لڑا دو۔ تم فرانس کی فوجوں کی مدد سے انگریز فوجوں کو شکست دے سکتے ہو اور درحقیقت یہ فوج ہندوستانی فوج سے زیادہ باصلاحیت ہے اہل یورپ ہمیشہ حیلہ بازی اور مکروفریب سے کام لیتے ہیں۔ تم بھی ان پر ان کا ہتھیار استعمال کرو یعنی ان میں پھوٹ ڈالو اور آپس میں لڑا کر ان کو کمزور کر دو۔ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے مزید زندگی میسر آتی تو تم یہ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے کہ میں کس طرح امورِ سلطنت کے کاروبار میں کامیاب ٹھہرتا ہوں ۔ میں تمھارے پاس ایک کروڑ بیس لاکھ رعایا، اور فوج خزانہ اور دیگر جنگ جو ذرائع چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔‘‘

۵۔شہزادے! میں اان باتوں سے تمھارا حوصلہ کمزور نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اکثر محاذوں پر تمھیں اپنے پہلو میں لڑتے ہوئے اور بہادری کے کارنامے سرانجام دکھاتے ہوئے دیکھا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میری شاندار روایات کو برقرار رکھو گے ۔‘‘

۶۔’’یاد رکھو! کہ بہادری تخت تک تو پہنچا دیتی ہے لیکن اس سے تاج و تخت کو برقرار رکھنا مشکل ہے ۔ہم لوگوں کی کم ہمتی اور بزدلی کی بدولت تاج وتخت کو سنبھال تو دیسکتے ہیں لیکن اگر ہم رعایا کے دل جیتنے میں مخلص نہیں ہیں تو یہ تخت اور تاج ہم سے بہت جلد چھن سکتا ہے ۔‘‘

نوٹ :۔ترجمہ تاریخ میسور بحوالہ نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان از جوزف میکڈ ۔

(ایک فرانسیسی مورخ)

باب نمبر۴ جانشینی

جب سلطان ٹیپو کے والد کی صحت گرنے لگی اور بیماری نے زور پکڑا تو دوسری طرف دشمنوں نے بھی ریاست میں مار دھاڑ مچا رکھی تھی۔اور بربادی پھیل رہی تھی ،تو ان حالات میں حیدر علی نے اپنے جواں مرد جرنیل کو ترچنا پلی اور تنجاور کی بغاوتوں کو کچلنے کے لئے روانہ کر دیا اسلام کا یہ مایہ ناز سپوت انگریزوں سے جا ٹکرایا بیماری کی حالت میں حیدر علی نے محسوس کیا کہ وہ اپنے بیٹے کو جانشین مقرر کر دے ۔درباریوں نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا اور کافی سوچ و بچار کے بعد ٹیپو سلطان کو باپ نے اپنا جانشیں مقرر کر دیا اور حیدر علی نے وفات پانے سے قبل ۵ دسمبر ۱۷۸۲ءکو اپنے فرزند ارجمند کو خط لکھا:۔

جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ:

۱۔شہزادہ ٹیپو سلطان ٹیپو سرنگا پٹم سے دور مالابار کے علاقوں میں جنگ میں مصروف تھا۔

۲۔ عظیم مرتبت نواب حیدر علی کو انگریزوں کا خیال تھا اور مقابلے کے لئے اس کے دستے روانہ بھی کر دیئے منگلور کے قریب سلطان ٹیپو کو باپ کا خط موصول ہوا جس کی تحریر یوں تھی کہ:۔

میری آنکھوں کے نور اور دل کی ٹھنڈک

”بیٹا !اگر تم اپنے علاقے کے حالات سے مطمئن ہو تو مجھے آ کر

ضرور ملوتا کہ میں تمھیں دیکھ لوں اور دلی طور پر خوش ہو جاؤں مگر اس سے پہلے اپنے تمام حالات و معاملات کی جانچ پرتال کر لو۔ اگر مزید فوج کی ضرورت ہو تو مجھے لکھوتا کہ میں اتنی فوج تمہاری مدد کے لئے روانہ کر دوں۔ ہم تمھیں سلطنت کے کاموں کا مختار بنانا چاہتے ہیں۔''

بیٹا! سرکاری کاموں کو وقت پر اور اچھے طریقے سے کرنا۔'' سلطان بھی اپنے باپ کے ملنے کی خواہش رکھتا تھا۔ مگر اسے ۱۱ دسمبر ۱۷۸۲ء کو باپ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا کیونکہ وہ باپ کا بڑا چہیتا بیٹا بھی تھا اور ایک مخلص دوست بھی۔

باپ کی وفات کے بعد فوری طور پر ان کے چھوٹے بھائی کریم شاہ نے عارضی طور پر میسور کی حکومت کی بھاگ دوڑ سنبھال لی۔ اور بڑے بھائی کے آنے تک سنبھالے رکھا۔ مگر جب بڑا بھائی سرنگا پٹم پہنچا تو اس نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور حکومت کی بھاگ دوڑ ان کے حوالے کر دی اور کولار میں ۲ جنوری ۱۷۸۳۳ء میں سادگی کے ساتھ جانشینی کی رسم ادا کر دی گئی۔ ہمسایہ ریاستوں کے نوابوں نے بھی مبارک بادیں دیں۔ اپنے تمام متعلقہ اداروں کو خطوط لکھے گئے اور ہدایات دی گئی کہ وہ اپنے اپنے فرائض ایمان داری لگن اور تندہی سے کریں (میر صادق کو دیوان اور پورینا کو وزیر مالیات مقرر کیا گیا)۔

اس کے بعد حیدر علی کو بڑے احترام کے ساتھ سرنگا پٹم لا کر لال باغ میں دفن کیا گیا۔ جب حیدر علی کی موت واقع ہوئی تو سب سے زیادہ خوش ہونے والے انگریز تھے

کیونکہ حیدر علی کی ساری زندگی انگریزوں کے ساتھ جنگیں کرتے ہوئے گزری تھی اور انگریز حیدر علی کے نام سے خائف تھے اس لئے وہ حیدر علی کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔

سلطان ٹیپو کی جانشینی کی تقریر کا متن

جانشینی اور تاج پوشی کے وقت سلطان ٹیپو نے دربار میں ایک تقریر کی جس کا مطلب اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

"میرے درباریوں! غور سے سنو میں ایک معمولی انسان ہوں ۔میری حکومت اور شان وشوکت عارضی ہے میری زندگی کا بھی کوئی بھروسہ نہیں ۔اس کے باوجود میرا فرض ہے کہ جب تک سانس میں سانس ہے میں اپنے وطن کے لوگوں کی خدمت کرتا رہوں۔"

"یاد رکھو نہ مجھے کسی کی شان وشوکت مرعوب کرسکتی ہے نہ کسی کا قہر و جلال ۔ مجھے ان کی قطعاً پرواہ نہیں ۔"

اس لئے میں کہتا ہوں کہ:۔

اے دوستو! آگے بڑھو خدا تمہاری مدد اور کوشش میں برکت ڈالے گا۔اور اس طرح تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے ۔ ہزاروں آدمی مر سکتے ہیں مگر وطن کی محبت کا جذبہ نہیں مٹ سکتا"

اس بامعنی اور پروقار تقریر کے بعد سلطان ٹیپو تخت پر جلوہ افروز ہوا اور ریاست میسور کا حکمران بن گیا۔

تخت نشینی کے موقع پر ملک کے مختلف علاقوں میں خطوط اور فرمان جاری کیے گئے ۔نظام الملک اور دربار پوتا کی طرف سے بیش بہا تحفے لے کر سفیر حاضر ہوئے۔تخت نشینی کے وقت سلطان نے فوجی سامان کا جائزہ لیا تو اس ریکارڈ کے مطابق سب سامان کا شمار یوں پایا گیا تھا۔

نمبر شمار	نام سامان	تعدا الفاظ	تعداد ہندسوں میں
۱	ہاتھی	نوسو	(۹۰۰)
۲	گھوڑے	ساٹھ ہزار	۶۰،۰۰۰
۳	اونٹ	چھ ہزار	۶۰۰۰
۴	بندوقیں	چھ لاکھ	۶،۰۰،۰۰۰
۵	تلواریں	دو لاکھ	۲،۰۰،۰۰۰
۶	توپیں	بائیس ہزار	۲۲۰۰۰

ان کے علاوہ گولہ بارود اور دوسرے جنگی ہتھیار بھی کافی تھے اس وقت کے مطابق ریاست میسور کی سلطنت کا رقبہ اسی ہزار میل تھا۔اور سالانہ خرچ کی آمدنی تین کروڑ روپے کی تھی۔کل مقبوضات کی آبادی ساٹھ لاکھ کے لگ بھگ تھی جن میں ایک لاکھ پچپن ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں میں متعین تھی ان کے علاوہ اور افواج بھی تھیں جو سارے ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھی اور ان کی تعداد ایک لاک اسی ہزار تھی۔

اس کے علاوہ کروڑں روپے کی مالیت کے ہیرے جواہرات اور سونا چاندی خزانہ میں موجود تھا جو کہ سلطنت کے ساتھ وراثت میں ملا تھا۔

باب نمبر ۵۔ فوجی معرکے

ٹیپو سلطان جنگوں میں اور مختلف معرکوں میں اپنے والد حیدر علی کے ساتھ مختلف محاذوں پر دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کر چکا تھا اور کئی محاذوں پر نئی چالیں چل کر دشمن کو دبائے رکھتا بلکہ انگریز تو اس کے نام سے خائف ہوتا تھا دشمن اس کی جنگی چالوں کی دل کھول کر تعریف کرتا تھا۔ سلطان شیر کی طرح گرجتا اور دشمن پر حملہ کرتا تھا اور دشمن کو مزید پریشان اور حیران کرنے کے لئے اچانک حملے بھی کرتا تھا جس کی وجہ سے دشمن خوف سے تتر بتر ہو جاتا تھا۔

ٹیپو سلطان کی زندگی معرکوں اور جنگوں میں بسر ہوئی مگر مرد مجاہد نے دلیرانہ طور پر بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اسلام کی خاطر جان دے دی مگر دشمن کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے گئے۔ جو کہ ایک غیور، بہادر اور محب وطن سپاہی کا خاصہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے آج تک مسلمان قوم سلطان ٹیپو کو ایک مجاہد کے نام سے یاد کرتی ہے اور تاریخ میں اس کا نام سنہری حروف سے کندہ ہے۔ بحر حال ٹیپو سلطان کے زندگی کے اہم معرکے تو بے شمار ہوں گے مگر ان میں سے اہم اور ضروری معرکوں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ٹیپو سلطان اپنے انتظام سلطنت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ انگریز افواج کی حملہ کی غرض سے آنے کی اطلاع پا کر بہادر اور غیور سلطان نے واندیوش نسے تین میل کے فاصلے پر اپنے خیمے لگائے تھے۔ جب انگریز کی افواج کو سلطان کی تیاری اور آمدو

خیمہ زن ہونے کا علم ہوا تو وہ بہت خوف سے راسمیاں ساہو گیا اور جنگ نہ کرنے کا ارداہ کرلیا اور مدارس لوٹ گیا۔تو سلطان نے بھی وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر کے ترپا توڑ کے پاس قیام کیا۔اس طرح میدان سلطان کے ہاتھ رہا۔

۱۔پالیگاروں کی بغاوت

جب سلطان ٹیپو کے والد حیدر علی بڑے بہادر اور جگ جو تھے ان کے دور میں پنجاب کے حالات خراب ہونے شروع ہوئے اور اردگرد کے لوگوں نے بغاوتیں کرنی شروع کردیں تو ان کی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے سلطان ٹیپو کا جنگی معرکہ ۱۷۶۵ء میں کورک کی سرحد پر ہوا۔سلطان نے اپنے باپ کے ہمراہ بہادری کے جوہر دکھائے اور جنگل میں گھس کر پالیاگاروں کو گرفتار کیا اور حیدر علی کے سامنے پیش کردیا۔

۲۔نواب محمد علی واجاہ کے خلاف مہم

سلطان ٹیپو نے اپنے والد کی زندگی میں ہی والد کے ہمراہ جنگی معرکوں اور مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دشمن کو ناک چنے چبوائے۔۱۷۶۷ء میں انگریز نے کرناٹک کے نواب محمد علی واجاہ نظام حیدرآباد اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر حیدر علی کے خلاف بغاوت کردی۔انگریز روز اول سے ہی اپنی عیاری اور مکاری میں نام پیدا کر چکا ہے اور حیدر علی کے خلاف اتحادی فوجیں بالاگھاٹ کی طرف بڑھ آئیں

جب حیدر علی کو ان کی ان حرکات کا علم ہوا تو اس مرد مجاہد نے بھی دلیری سے جواب دیا اور ان کے مقابلے کے لئے تیار ہوا اور مشترکہ دشمن کے جن کے اعلان کو قبول کیا اور اپنی فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے ایک دستہ ٹیپو سلطان کی کمان میں دے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تو حیدر علی کے مجاہد بیٹے سلطان ٹیپو نے منگلور کا محاصرہ کر لیا اور موقع پا کر قلعہ پر حملہ آور ہوا دشمن کی فوج پریشان ہو گئی اور انگریز سپہ سالار حیران رہ گیا اور جلدی جلدی قلعہ چھوڑ کر بمبئی چلا گیا۔

۳۔ایاز خاں کی نمک حرامی

ایاز خاں کو حیدر علی نے حیدر نگر کا گورنر مقرر کر رکھا تھا مگر اس نے انگریزوں سے ساز باز کر کے سب قلعے انگریزوں کے حوالے کر دیے اور خود بمبئی چلا گیا۔

اس کے ساتھ ہی حاکم کھڑپا جو کہ سر سید محمد خاں کا داماد بھی تھا نے بھی انگریزوں کے ساتھ سازش کر کے سلطان کے خلاف فتنہ کھڑا کر دیا۔تیسری طرف دار السلطنت سرنگا پٹم کا قلعدار بھی دشمنوں سے مل کر سازش میں ملوث پایا گیا۔تو ان حالات میں سلطان ٹیپو کو فوری طور پر ان غداروں کی سرکوبی کرنی ضروری تھی اس غرض کے لئے سلطان ٹیپو نے دس ہزار پیادہ فوج پر معین الدین کی زیر نگرانی پائیں گھاٹ کے سرکشوں کے لئے روانہ کی اور خود بھی ایک لشکر لے کر چیتل درگ کے نواح میں خیمہ زن ہوا۔

سلطان ٹیپو نے محمد علی کمیدان جو کہ دار السلطنت سرنگا پٹم کے انتظام اور وہاں کے

باغی قلم دار کی سرکوبی کے لئے روان ہوا تھا۔ بنگلور کی راہ سے نکل کر کسری گتی کی پہاڑی کے نیچے ایک ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا اور اس نے قلعہ دار کو پیغام بھیجا کہ:۔

''سلطان کے حکم سے حیدر نگر کی تسخیر کے لئے جانا ہے اگر تجھے کوئی تامل نہ ہو تو آج رات چند سپاہیوں کے ساتھ قلعہ سرنگا پٹم میں اپنے اہل وعیال سے مل لوں۔''

قلعہ دار نے محمد علی کمیدان کو قلعہ کے اندر اپنے اہل وعیال سے ملنے کی اجازت دے دی تو محمد علی کمیدان نے چند خاص سپاہیوں کو قلعہ کی دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور ہدایت کر دی کہ:۔

''جب میں اندر جا کر بگل بجاؤں تو تم نہایت ہوشیاری اور جلدی سے اندر گھس آنا''

اس کے بعد وہ پچاس نوجوانوں کے ساتھ قلعہ کے اندر چلا گیا اور قلعہ کے پہرے داروں کو گرفتار کر کے بگل بجا دیا۔ تو بگل کی آواز سنتے ہی محمد علی کمیدان کے سب سپاہی قلعہ کے اندر گھس آئے اور ہر جگہ قلعہ کے اندر اپنی چوکیاں قائم کر دیں اور فوری طور پر غداروں کو پکڑ کر توپ سے ان کو اُڑا دیا۔

اس معرکے کے بعد میدان سرنگا پٹم کی ذمہ داری سرد محمد خاں مہروی کے حوالے کر دی اور خود سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہوا اور خود سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہوا اور خود ٹیپو سلطان نے کمیدان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسے بیش بہا انعامات سے نوازا اور اس کو پائین گھاٹ کے دوسرے کنارے پر

روانہ کردیا۔ جہاں انگریزی فوج نے راستہ روک رکھا تھا اور ان کی مدد کے لئے خود سلطان بھی فوج لے کر وہاں پہنچ گیا۔

جب انگریزوں کی فوج کو اس کے بارے میں علم ہوا تو وہ اکٹھے ہوکر حیدر نگر کے قلعہ میں داکل ہوگئی۔ دونوں افواج کا حیدر نگر کے قلعے کے لئے مقابلہ ہوا اور یہ مقابلہ ۱۸ روز تک جاری رہا۔ آخر کار کمیدان نے اپنی بہادری اور معاملہ فہمی کے تحت اس حیدر نگر کے قلعے کو سر کرلیا۔ اور باغیوں کو گرفتار کرلیا گیا مگر خودایاز خاں گرفتار نہ ہو سکا۔ اس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ خفیہ طور پر بہت سا مال و زر لے کر سوات کی طرف چلا گیا تھا۔

اس قلعہ کو سر کرنے کے بعد سلطان ٹیپو کوڑیال بندر کی طرف روانہ ہوا اسی دوران سلطان کو یہ خبر ملی کہ انگریزی فوج جرنیل کیمبل (cambel.) کی سرکردگی میں حیدر نگر قلعہ کی مدد کے لیے آرہی ہے اور کافی ساز و سامان سے لیس ہے تو ٹیپو سلطان یہ خبر پا کر فوری طور پر ان کی طرف پلٹا اور انگریزی فوج کو قلعہ حیدر نگر پہنچنے سے پہلے آلیا۔ اگرچہ جرنل کیمبل نے اپنی فوج کے ساتھ بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا مگر ان کے پاس لڑائی کا سامان ختم ہوگیا جس کی وجہ سے انہوں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دیئے اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا ٹیپو سلطان کی فوج کو فتح نصیب ہوئی اور انگریزی فوج کا بہت سا ساز و سامان بھی ان کے ہاتھ لگا۔ ایک ہزار سپاہی گرفتار ہوئے تو سلطان نے اس فتح کی خوشی میں اپنے فوجیوں میں سونے کے کڑے اور ہیرے جواہرات تقسیم کیے جس سے فوج بہت خوش ہوئی اور ان کے جذبات پھر سے جوان ہو گئے۔

۴۔کوڑیال بندر کا محاصرہ

انگریز فوج کو کچلنے کے بعد سلطان ٹیپو دوبارہ کوڑیال کی طرف بڑھا اور سلطان ٹیپو کی افواج کی کستقل مزاجی اور بہادری نے ان معاملات کی پرواہ نی کی اوران کا بندر کا محاصرہ کرلیا اگرچہ موسم کی نا مساعدت حائل تھی مگر سلطان ٹیپو کی افواج کی مستقل مزاجی اور بہادری نے ان معاملات کی پرواہ نہ کی اوران کا بندر کا محاصرہ تقریباً دو ماہ تک جاری رہا ۔آخر کار قلعہ والوں نے تنگ آ کر صلح کی درخواست کی اورامان طلبی پر مائل ہو گئے ۔سلطان ٹیپو بڑا رحم دل سپہ سالار تھا،اس نے ان کی درخواست پرغور کیااور مان لی اوران کی اطاعت کوقبول کرتے ہوئے ان کے لئے انتظامات اور بندوبست کیے گئے ۔بدرالزماں نائطہ کو حیدرنگر اور کوڑیال بندرکی فوج داری پر مامور کیا۔

۵۔کورگ کے باغیوں کی سرکوبی

سلطان ٹیپو حیدرنگر بندر کے باغیوں کی سرکوبی کے بعد کورک کی طرف روانہ ہوا ۔سلطان ٹیپو کی مقبوضات میں سے کورگ ایک مشہورومعروف علاقہ تھا۔اور یہاں باشندے آئے دن بغاوت کرتے رہتے تھے ۔جب سلطان ٹیپوکواس امر کاعلم ہواتو وہ خودفوج لے کران باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگیا سلطان ٹیپو کے ساتھ تقریباً ۲۲ ہزارفوج تھی ۔دونوں فوجیں کا مقابلہ ان لانڈل کے مقام پر ہوا اورسخت مقابلہ کے بعد سلطان ٹیپوکو فتح نصیب ہوئی اور دشمن کے اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) غیر

مسلم سپاہی قیدی بنا لئے گئے جو کہ بعد میں اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے اور سلطان نے انکی ایک فوج بنادی جس کا نام جماعت احمدی رکھا گیا۔

۶۔ مدارس کے گورنر کا ایلچی

سلطان ٹیپو اپنی جنگی مہمات کے سلسلے میں اور باغیوں کی سرکوبی میں شب و روز مصروف و مشغول تھا۔ اس وقت اللہ تعالٰی کی مدد و نصرت سلطان ٹیپو کے ہمراہ تھی اور جہاں کہیں بھی وہ حملہ کرتا تھا اللہ تعالٰی اس کو کامیابی سے ہم کنار کرتا اسی دوران ایک ایلچی جس کا تعلق مدارس کے گورنر سے تھا وہ سلطان ٹیپو کی خدمت میں گورنر مدارس کی طرف سے بہت سے تحفے وغیرہ لے کر حاضر ہوا اور صلح کی شرائط پیش کیں چونکہ سلطان ٹیپو بڑا ہی معاملہ فہم، موقع شناس، اور رحم دل شخص تھا نے مصلحت وقت اور موقع و محل کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے صلح کی دعوت کو قبول کرلیا اور ان انگریزوں کے ساتھ دشمنی کو بھول کر سب انگریزوں کو معاف کر دیا مدارس کا ایلچی کامیابی سے کوشی خوشی واپس مدارس چلا گیا اور سلطان ٹیپو صلح کرنے کے بعد واپس سرنگا پٹم اپنے دارالحکومت کی طرف روانہ ہوگیا۔

مسجد کی تکمیل

سلطان ٹیپو کو جنگی مہمات سے ذرا فرصت ملی تو سرنگا پٹم میں پہنچ کر اس نے اپنی فوج کے جدید انتظامات پر توجہ دی اور مسجد اعلٰی جس کی بنیاد دو سال قبل رکھی گئی تھی

اس کی تکمیل کروائی گئی جس پر تقریباً چھ لاکھ روپے خرچ ہوئے اور سلطان ٹیپو نے بڑے اطمینان اور سکون سے عید الفطر کی نماز وہاں ادا کی

محمد علی کمیدان کی خودکشی

محمد علی کمیدان سلطان ٹیپو کی فوج کا سپہ سالار تھا جو کہ بہت بہادر اور اعلیٰ درجے کا منتظم تھا۔اس نے سلطان ٹیپو کے دور حکومت میں سرنگا پٹم کے انتظامات سنبھالے اور حیدر نگر کے باغیوں کو کچلا۔اور کئی موقعوں پر سلطان ٹیپو سے بیش بہا انعامات حاصل کر چکا تھا غرض کہ سلطان ٹیپو کا ایک پیارا فوجی جرنیل تھا جس کی کارکردگی سے وہ بہت ہی خوش اور مطمئن تھا سلطان ٹیپو کو محمد علی کمیدان کی طرح کی بہادر، جانثار ، جانباز سپہ سالار نہ ملا اور نہ ہی اس کے والد کو ہی میسر ہوا۔محمد علی کمیدان حیدر علی کے دور سے فوج میں اپنی خدمات انجام دے رہا تھا مگر محمد علی کمیدان کی موت کا واقعہ اس قدر افسوس ناک بیان کیا جاتا ہے جو کہ تقدیر کی واضح تصویر کا عکس نظر آتا ہے

''انسان کی موت کی کیفیت روز ازل کو ہی لکھ دی جاتی ہے''

محمد علی کمدان کی خودکشی کی داستان یوں بیان کی جاتی ہے کہ:۔

سلطان ٹیپو اگرچہ بڑا قدر دان اور معاملہ فہم حکمران تھا مگر بعض اوقات شہد کے ساتھ کسی کو حالات کے ساتھ زہر بھی دینا ضروری ہوتا ہے تو ایک دفعہ سلطان ٹیپو نے کسی سردار کو پھانسی دینے کا حکم دیا تو اس سردار نے پھانسی سے بچنے کے لئے حراست سے بھاگ کر کمیدان محمد علی کے خیمے میں جا کر پناہ لی اور جب سلطانی سپاہی

اس سردار کو گرفتار کرنے کے لئے وہاں محمد علی کے خیمے میں گئے تو محمد علی کمیدان نے پناہ یافتہ سردار کو ان سپاہیوں کے حوالے کرنا اپنی توہین اور بے عزتی تصور کیا محمد علی کمیدان کے اس ناجائز سلطانی حکم کی خلاف ورزی کے جرم میں اس کو بھی سردار کے ساتھ ہی گرفتار کر لیا گیا جس سے محمد علی کمیدان بڑا پریشان اور شرمندہ ہوا تو اس غیور اور با عزت سپہ سالار نے اپنی اس ندامت کے مارے اور گرفتاری کو توہین خیال کرتے ہوئے ہیرے کی کنی کھا کر خودکشی کر لی۔ مگر اس نے سلطان ٹیپو کے سامنے غیرت اور شرم کے مارے التجا کا ہاتھ دراز نہ کیا۔ جب سلطان ٹیپو کو محمد علی کمیدان کی خودکشی کا علم ہوا تو وہ بہت افسردہ اور رنجیدہ ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ کیونکہ سلطان ٹیپو کی افواج ایک اعلیٰ صلاحیت کے مالک سپہ سالار سے محروم ہو گئیں مگر یہ سارا معاملہ ایک غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے منظر پر آیا۔

سلطان ٹیپو کا ایلچی نظام الملک کے بنگلور میں

سلطان ٹیپو ایک پختہ عقیدے کا مسلمان تھا اور وہ اسلام کی خاطر کافروں سے جہاد کرتا تھا۔ اس کا والد بھی انہی عقائد کا پیروکار تھا اس نے بھی اپنی زندگی میں بے شمار انگریزوں اور ہندو راجاؤں کے ساتھ جنگیں لڑی تھیں۔ جس کی وجہ سے ان دونوں باپ بیٹے سے غیر مسلم حکمران خائف تھے اور ہر ممکن انداز سے ان کو اپنے سامنے سے ہٹانا پسند کرتے تھے۔ تو ان مسلمان مجاہدوں کے سرفہرست دشمن درج ذیل تھے۔

جن کی تفصیل دینا ضروری خیال کی جاتی ہے۔

۱۔ انگریز

۲۔ مرہٹے

۳۔ ہندو

انگریز مرہٹوں اور ہندوؤں سے زیادہ مکار اور سمجھ دار تھے مگر دشمن سبھی تھے۔ یہ تینوں موقع ملنے پر ہر وقت ان مسلمان مجاہدوں (حیدر علی اور سلطان ٹیپو) کے خلاف اپنی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اگر چہ ان کو موقع پر کچل دیا جاتا تھا۔ مگر وہ اپنی فطرت سو سے باز نہیں آتے تھے۔ ان کی ایک سازش کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

سلطنت مغلیہ کے کمزور ہو جانے سے نظام الملک اور مرہٹوں نے اپنے علاقوں کو وسعت دینے کی غرض سے بہت کوششیں کیں جس میں مرہٹوں کو کافی کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اگر چہ پانی پت کے میدان میں مرہٹے احمد شاہ ابدالی سے شکست کا بھی سامنا کر چکے تھے اور یہ بھی قابل بیان ہے کہ اگر احمد شاہ ابدالی شکست کا بھی سامنا کر چکے تھے اور یہ بھی قابل بیان ہے کہ اگر احمد شاہ ابدالی افغانستان سے آ کر مرہٹوں کو شکست نہ دیتا تو عین ممکن تھا کہ ہندوستان میں مرہٹوں کا راج ہوتا اور ان کے علاوہ نظام الملک کے قبضہ میں صرف حیدر آباد اور چند دوسرے قصبے رہ گئے تھے مگر جب مرہٹوں نے محسوس کیا کہ ان کا اقتدار کم ہوتا جا رہا ہے اور مسلمان حکمران غالب آتے جا رہے ہیں کیونکہ جنوبی ہند میں حیدر علی کی قوت میں آے دن اضافہ

ہوتا جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی موجودگی میں اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ ان حالات میں نظام الملک نے انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ اتحاد کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ یہ تینوں مل کر سلطان ٹیپو کا مقابلہ کریں اور میسور کی ریاست کو تباہ و برباد کر دیں کیونکہ نظام الملک نے مرہٹوں کو ساتھ لے کر میسور پر فوج کسی تو وہ کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ جب سلطان ٹیپو کو اس حملے کی خبر ہوئی تو وہ ایک لشکر جرار لے کر بنگلور کی طرف ادھونی کے قلعہ کی طرف بڑھا ان دنوں ادھونی میں نظام علی کا داماد مہابت خان جنگ حاکم تھا۔ تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے اپنے وزیر کو سلطان کے پاس صلح کے لئے روانہ کیا تو مہابت خاں جنگ کے وزیر سے سلطان ٹیپو نے اس موقع پر یہ کہا کہ:۔

''مجھے تم لوگوں سے کوئی عداوت یا دشمنی نہیں لیکن نظام مرہٹوں کے ساتھ مل کر میری تباہی کے درپے ہے اس کو اسلامی اخوت کا بھی کوئی احساس و خیال نہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کے ساتھ مل کر مخالفت پر تلا ہوا ہے اب بھی وقت ہے کہ وہ مذہب و ملت کی ترقی کی خاطر میرے ساتھ صلح کرے اور میرا دوست اور حریف بن کر کفار کے ساتھ جہاد کرے۔''

اس کے بعد سلطان ٹیپو نے اپنے ایلچی کو نظام الملک کے پاس بھیجا اور اس کو ایک خط درج ذیل مضمون کے ساتھ دیا۔

''مجھے بڑا افسوس ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ کافروں کے ساتھ مل

کر اسلامی سلطنت پر فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ کام انگریزوں کی سازش سے ہو رہا ہے ۔انگریز ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ دو مسلمان بادشاہوں میں اتفاق اور یک جہتی ہو میرے ذہن میں اتحاد اور یگانگت کی طرف ایک تجویز ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے خاندان کی لڑکیاں نظام کے خاندان میں اور نظام کی میرے خاندان میں بیاہی جائیں تا کہ ایحاد کا رشتہ مزید مضبوط ہو جائے اور حریفوں کو بھی ہماری یک جہتی کا یقین ہو جائے ۔''

اس مضمون کا حامی خط جب سلطان ٹیپو کا ایلچی نظام الملک کے دربار میں حاضر ہوا اور ایلچی نے سلطان کے تحفے اور خط پیش کرنے کے بعد نہایت شیرینی زبان سے یوں تقریر کی کہ

''اعلیٰ حضرت ! آپ کو معلوم ہے کہ نواب حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے محض حکومت اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی مدد و نصرت سے حاصل کی جب کہ اس ست قبل سارے جنوبی ہند میں بت پرستی اور شرک کا دور تھا اس نے کفر کو مٹا کر توحید کیآ واز کو رائج کیا۔ان حالات میں اعلیٰ حضرت کا فرض ہے کہ ان کی حمایت میں کوئی کسر نہ چھوڑے اور ہر میدان میں اور رہر معاملے میں ان کی مدد کی جائے اور کفار کے ساتھ مل کر سلطان کی سلطنت کی بربادی کا سامان نہ کرے اگر یہ دونوں اسلامی سلطنتیں آپس میں متحد ہو جائیں اور ان کا آپس میں اتحاد دائمی

قائم ہو جائے تو کفار کو کبھی بھی یہ مجال نہ ہوگی کہ وہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکیں اور مسلمانوں کی سلطنت کو نقصان پہنچا سکیں بلکہ وہ مسلمانوں سے خوف محسوس کریں گے۔"

نظام الملک سلطان ٹیپو کے ایلچی کی تقریر سے بہت متاثر ہوا اور سلطان کے ساتھ اتحاد کرنے کا ارادہ بھی کر لیا مگر سازشی لوگوں نے نظام الملک کے دل میں بد ظنی پیدا کر دی اور نظام الملک کے دل میں سلطان ٹیپو کا درجہ کم کر کے پیش کیا جس کی وجہ سے نظام الملک دوبارہ اپنے ارادے سے باز رہا اور سلطان ٹیپو کے ساتھ صلح و اتحاد کا رشتہ قائم نہ ہو سکا جس کی وجہ سے سلطان ٹیپو کا ایلچی ناکام واپس چلا گیا ۔جس کا سلطان ٹیپو کو بڑا افسوس ہوا۔مگر اس میں سلطان کا کوئی قصور نہ تھا اس نے ہر ممکن انداز سے نظام الملک سے صلح و اتحاد کرنے کی کوشش کی ۔مگر دشمنوں نے دو مسلم حکمرانوں کو اتحاد نہ کرنے دیا۔

۷۔ سلطان ٹیپو کی حملے کے لیے تیاری

جب سلطان ٹیپو کا ایلچی ناکام واپس پہنچا اور اس نے پورے حالات سے سلطان ٹیپو کو آگاہ کیا تو سلطان ٹیپو نے مزید دقت سے بچنے کے لئے حملے کی تیاری شروع کر دی اور کہا کہ:۔

"اب اس کے سوا کوئی میرے پاس حل نہیں ہے"

لہذا سلطان ٹیپو ایک بڑی فوج لے کر حیدر آبادی اور مرہٹہ افواج

پر حملہ آور ہوا۔ دونوں افواج میں گھمسان کی جنگ ہوئی ۔ مرہٹوں اور انگریزوں کے سپاہیوں نے خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت مسلمان مجاہد سلطان ٹیپو کے ساتھ تھی تو اللہ تعالیٰ نے سلطان ٹیپو کو فتح و نصرت سے نوازا ۔ اور انگریزوں اور مرہٹوں کو بری طرح شکست ہوئی۔

اس جنگ میں سلطان کو بہت سا سامان غنیمت ہاتھ لگا اور بڑی شان و شوکت سے سلطان اپنے دارالسلطنت سرنگاپٹم میں واپس گیا۔ اور وہاں قیام کرنے کے بعد دوبارہ دھاواڑ قلعہ پر قبضہ کرنے کے خیال سے آگے بڑھا۔

۸۔ قلعہ دھاڑواڑ پر قبضہ

خدا کی قدرت بروقت اپنے مناظر واضح پیش کرتی نظر آتی ہے اب بھی ایک قدرتی واقعہ/نظارہ پیش خدمت ہے جو کہ سلطان ٹیپو کو قلعہ دھاڑواڑ کے قبضے کے دوران پیش آیا۔

جب وہ قلعہ دھاڑواڑ کی طرف رخ کر رہا تھا تو راستے میں دریا تنگ بھورا بہہ رہا تھا۔ جس میں طغیانی آ گئی تھی جس کی وجہ سے سلطانی افواج عبور نہ کر سکتی تھیں۔ سلطانی افواج نے دریا کے کنارے کئی دن تک انتظار کیا مگر دریا کی طغیانی میں کمی واقع نہ ہوئی تو سلطان نے جذباتی عالم میں یہ کہا کہ:۔

”دریا بھی ہمارے حریفوں کا طرف دار ہے اس پر گولہ باری کی جائے“خدا کی حکمت اور قدرت دیکھیے کہ سلطانی افواج نے دریا پر گولہ باری کر دی تو جونہی دریا میں گولہ باری کی گئی، دریا کا پانی اترنا شروع ہو گیا اور چند گھنٹوں کی مہلت میں دریا کا پانی معمول پر آ گیا تو سلطانی فوجیں آسانی سے دریا کو عبور کر کے حملہ آور ہوئیں۔ اور اس قدر یقین اور اطمینان سے جنگ میں حصہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مدد و نصرت سے نوازا اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔ سلطان کی فوجوں نے مرہٹوں کو مار بھگایا اور قلعہ دھاڑواڑ پر قبضہ کر لیا جہاں سے ان کو کافی مال و زر اور ساز و سامان بھی ہاتھ لگا۔

باب نمبر ۶ اہم جنگیں

۱۔ میسور کی پہلی لڑائی

لڑائی کی وجوہات

۱۔ انگریزوں نے ہزاروں میل دور سے آ کر ہندوستان کے لوگوں کو غلام بنایا تھا اور لوگوں کو بہت پریشان و تنگ کرتے تھے جو کہ حیدر علی اور اس کے مجاہد اور دلیر غیرت مند سلطان ٹیپو کو ناپسند تھا۔ باپ بیٹا دونوں انگریزوں کے سخت خلاف تھے

۲۔ انگریزوں کی عیارانہ اور مکارانہ چالیں ہمیشہ سلطان ٹیپو کے خلاف ہوتی رہتی تھیں۔

۳۔ انگریز سلطان ٹیپو کے پے در پے فتوحات کی وجہ سے سخت پریشان اور خائف تھے۔ اس لیے وہ مختلف راجاؤں اور حکمرانوں سے مل کر ان کے خلاف سازشیں کرواتے رہتے تھے۔

میدان جنگ

میسور کی پہلی لڑائی سلطان ٹیپو شہیدؒ اور انگریزوں کے درمیان لڑی گئی۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان آزادی کے متوالے تھے اور انگریزوں کے سخت دشمن بھی۔ اس لئے سلطان ٹیپو اور اس کی فوج کے جواں مرد سپاہی بڑی بہادری جوش اور جذبہ ایمانی کے ساتھ انگریز کے ساتھ لڑے اور جب سلطان ٹیپو مدراس پر حملہ آور ہوا تو اس کی فوج کا ایک گولہ مدراس کے قلعہ کے اندر آ کر گرا۔ جس کی وجہ سے انگریزوں کے دلوں میں ان کی دہشت پھیل گئی تو مدراس کا گورنر بور چر (borecher.) مدراس سے ساحل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اپنی ٹوپی اور تلوار بھی سلطان ٹیپو کی دہشت کی گھبراہٹ میں بھول گیا۔ اس نے محاذ پر سخت بزدلی کا ثبوت دیا۔ اس محاذ کے علاوہ دوسرے محاذوں پر بھی سلطان ٹیپو نے بہت سے انگریزوں کو گرفتار کیا۔ اور اس نے اپنی سلطنت کو ۱۷۸۰ء تک ارکاٹ، حیدر آباد اور پونا کے علاوہ وہ تقریباً سارا جنوبی ہندوستان سلطنت خداداد میں شامل کر لیا۔ جو کہ دونوں باپ اور بیٹے کی محنت کا ثمرہ تھا۔ سلطان ٹیپو کی تلوار کی چار سو شہرت اور دھاک تھی وہ اپنی فوج کی آنکھ کا تارا بن چکا تھا، کیونکہ وہ بہترین:۔

> ''نشانہ باز، گھوڑ سوار اور چھاپہ مار جنگ کا ماہر تھا۔ ہر معرکے میں اپنے غیرت مند باپ کے ہم رکاب بہادری کے جوہر دکھاتا رہا جس سے انگریزوں کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔''

نتائج:

میسور کی پہلی لڑائی مدراس کے صلح نامہ پر ختم ہوئی اس معاہدہ کی رو سے

۱۔ انگریز اور حیدر علی ایک دوسرے کے حلیف ٹھہرے۔

۲۔ ایک دوسرے کی امداد کرنے کا وعدہ کیا گیا۔

مگر بعد میں انگریز اپنے معاہدہ کی پابندی نہ کر سکا۔ اور جب حیدر علی نے مرہٹوں کے خلاف انگریزوں سے مدد طلب کی تو انگریز نے صاف انکار کر دیا اور اپنی عیاری اور مکاری کا ثبوت دیا۔ جس سے حیدر علی کو سخت مایوسی ہوئی۔

۲۔ میسور کی دوسری لڑائی

میسور کی دوسری جنگ کی وجوہات:۔

میسور کی دوسری جنگ کی درج ذیل نمایاں وجوہات بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ میسور کی دوسری جنگ میں نظام دکن اور سلطان ٹیپو کے درمیان اتفاق ہو گیا تھا۔ مگر انگریزوں نے سازش سے کام لے کر نظام دکن کو حیدر علی کے خلاف بھڑکایا۔

۲۔ انگریز آئے دن اپنی عیاری اور مکارانہ چالوں سے سلطان ٹیپو کے خلاف بغاوتیں کرواتا رہتا تھا۔

۳۔ اانگریز مدارس کے معاہدے سے منحرف ہو گیا اور معاہدے کی خلاف ورزی کی۔

۴۔ انگریزوں نے مرہٹوں اور نظام دکن سے سلطان ٹیپو کے خلاف معاہدے کیے۔

۵۔سلطان ٹیپو نے انگریز کے خلاف افغانستان میں بغاوت کرا دی جس کی وجہ سے شاہ زمان سلطان ٹیپو کی امداد نہ کر سکا۔

میسور کی جنگ کے فریقین

میسور کی دوسری جنگ سلطان ٹیپو اور انگریزوں ،مرہٹوں کے درمیان لڑی گئی تھی۔سلطان ٹیپو اور انگریزوں کی افواج میں نقصان کی جنگ ہوئی۔

جنگ

ٹیپو سلطان نے آرنی کا قلعہ فتح کر کے کرنل بیلی پر حملہ کیا اور کرنل بیلی اور ڈیوڈ ہیرڈ کو اڑھائی سو سپاہیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا۔پولی پور کو فتح کیا۔ان حالات کا انگریزوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ سلطان ٹیپو کے نام سے لرزنے لگے۔کرناٹک کے کئی قلعے بھی فتح کیے۔سلطان ٹیپو نے ترچناپلی اور تنجاور کے قلعے بھی فتح کیے اور ترچناپلی کمانڈر جنرل میڈوز گرفتار ہوا اور سلطان نے انگریز کمانڈر ہمرسٹن کو پالا گھاٹ کے محاذ سے پیچھے دھکیل دیا۔اس کے علاوہ سلطان نے وڈی ورش کے میدان میں انگریزی فوج کے جنرل سٹورارٹ اور جنرل سگ کو بھی بھاگنے پر مجبور کر دیا۔بدنور کے مقام پر جنرل میتھوز کو شکست فاش دی اور اسے قلعہ میں محصور کر دیا اور منگلور کے

محاصرے کے بعد کرنل کیمبل نے ہتھیار ڈال دیے اور گرفتار ہوا۔

نتائج

۱۔ سلطان اور انگریزوں کے درمیان صلح نامہ منگلور ہوا۔

۲۔ سلطان کو میسور کا نواب تسلیم کیا گیا۔

۳۔ انگریزوں نے مدد کا یقین دلایا جس کی پابندی نہ کی گئی۔

باب نمبر ۷۔ (۳) میسور کی تیسری جنگ

وجوہات:

انگریز ہندوستان میں محض تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ مگر مغلیہ دور میں ان کو بنگال تجارتی کوٹھیاں بنانے کی اجازت مل گئی۔ جس کا نام انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی رکھا۔ اور مغلیہ دور کی کمزوری اور ملکی نامساعدت حالات کی وجہ سے انگریزوں نے آہستہ آہستہ ہندوستان کے کافی حصہ پر قبضہ کرلیا اور باقی ماندہ ہندوستان کے حصوں پر بھی آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں۔

۱۔ جنرل میڈوز جو کہ مدارس کا گورنر تھا اس نے لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہندوستان نے مالابار میں سلطان کے خلاف بغاوت کرادی۔

۲۔ جب سلطان نے مالابار کی فتح حاصل کی اور انگریزوں کو اس فتح کا علم ہوا تو انگریزوں نے جنرل میڈوز کی سرگردگی میں اعلان جنگ کے لیے میسور پر فوج کشی کردی۔

۳۔ انگریزوں نے سلطان ٹیپو کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف ہو کر نظام دکن اور مرہٹوں کو اپنے ساتھ ملالیا تا کہ وہ سلطان کی طاقت کا خاتمہ کرسکیں۔

میسور کی جنگ

یہ جنگ سے سلطان ٹیپو اور اتحادی افواج کے درمیان لڑی گئی جن میں مرہٹے انگریز اور نظام دکن شامل تھے۔

میسور میں مالابار میں سلطان ٹیپو نے بغاوت کو کچل دیا اور وہاں سلطان ٹیپو کو یہ بھی انکشاف ہوا کہ بغاوت کرانے والے ٹراونکور اور کوچین کے راجہ تھے۔تو سلطان نے ان دونوں پر حملہ کر کے ان کی بغاوت کو ختم کر دیا سلطان کے کافی سپاہی اس جنگ میں ناکام آئے مگر فتح سلطان ٹیپو کو ہی حاصل ہوئی۔سلطان نے قلعوں کو قبضے میں لے کر سارا سامان بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔

جب سلطان ٹیپو کو فتح حاصل ہوئی تو انگریزوں نے میسور پر حملہ کر دیا جس کی مدافعت کے لئے خود سلطان ٹیپو فوج لے کر آیا اور سنی منگل کے قریب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا جس میں انگریزوں کو سلطان نے شکست فاش دی لارڈ کارڈ نوالس کو جب انگریزی فوج کی شکست کی خبر ملی تو اس نے ٹیپو سلطان کے ساتھ ایک نتیجہ خیز جنگ کا ارادہ کر لیا۔

کیونکہ سلطان ٹیپو کی بڑھتی ہوئی طاقت کو برداشت نہیں کرتا تھا۔چنانچہ اس نے نظام دکن اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر ان سے یہ معاہدہ کیا کہ سلطان کی طاقت کو ختم کر کے اس کے **ملک** کو آپس میں بانٹ لیا جائے۔چنانچہ جنوری ۱۷۹۱ء کو لارڈ کارنوالس کلکتہ سے مل کر ۱۱ فروری ۱۷۹۱ء کو مدارس پہنچا اور وہاں آ کر اس نے قلیل عرصہ میں فوجوں کو منظم کر کے سلطنت میسوور پر حملہ کر دیا اور بنگلور کو فتح کر لیا اور اس کے بعد وہ

سرنگا پٹم جو کہ سلطان ٹیپو کا دارالسلطنت تھا کی طرف بڑھا فرنگی فوج کے ساتھ نظام دکن علی خان اور مرہٹوں نے بھی میسور کے مختلف علاقوں پر حملے کیے اور راستے می شہروں کو فتح کرتے ہوئے سرنگا پٹم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سلطان ٹیپو کی افواج ہر جگہ پر انگریزی افواج کی مدافعت کرتی رہیں مگر چونکہ تمام اتحادی معاہدہ کے تحت اکٹھے ہو چکے تھے اور دوسرے **ملک** میں سازشوں کا جال بچھ چکا تھا اسی وجہ سے سلطانی افواج کی کارکردگی واضح نہ ہو سکی اور اتحادی افواج کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکی۔

اتحادی افواج نے سرنگا پٹم پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو کہ کافی دنوں تک رہا اس دوران سلطانی فوج نے فرنگی فوج کی رسد بند کرادی جس کی وجہ سے فرنگی افواج کے حوصلے پست ہو گئے۔ اس لیے لارڈ لارنوالس محاصرہ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

جب فرنگی فوج سرنگا پٹم سے واپس ہوئی تو سلطان ٹیپو نے شہزادہ فتح حیدر کو حیدر آبادی فوج کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت حیدر آبادی فوج نے گرم گنڈہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ شہزادے نے اچانک محاصرین پر حملہ کر کے ان کے سپہ سالار فرید الدین کو قتل کر دیا۔ حیدر آبادی فوج دم دبا کر بھاگ گئی اور شہزادہ فتح حیدر مدگری سے ہوتا ہوا دارالسلطنت کو واپس آ گیا۔

برسات کا موسم جب ختم ہوا تو لارڈ کارنوالس نے دوبارہ سرنگا پٹم پر **حملہ** کرنے کا ارادہ کیا اور اس نے مرہٹوں اور حیدر آبادیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس طرح فوج کی کل تعداد تقریباً اسی ہزار بن گئی۔ جب یہ اتحادی فوج سرنگا پٹم پہنچیں اور

سلطان کو والدہ کا خط ملا تو اپنے قلعے داروں کی غداریوں کا بھی علم ہوا اور وہ اس وجہ تک پہنچ گیا کہ اتحادیوں کی فوجیں سرنگا پٹم پہنچنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے غدار قلعہ داروں نے قلعے اتحادیوں کے حوالے کر دیے ہیں اور وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ بہر حال اتحادی افواج نے میسور کے دارلحکومت میں پہنچ کر سرنگا پٹم کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ اور سلطانی فوج جواں مردی اور دلیری سے مقابلہ کرتی رہی کئی مرتبہ قلعے کے باہر آ کر بھی فوجوں کا مقابلہ ہوا لیکن اتحادی افواج نے بھی خوب مقابلہ کیا اور محاصرہ نہ چھوڑا۔ اس کے علاوہ ممبئی سے بھی اتحادیوں کے لیے مزید فوج کمک پہنچ گئی جس کی وجہ سے اتحادی افواج کے حوصلے بلند ہو گئے اور سلطان کی فوج بد دل اور مایوس ہوئی مگر انھوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور مقابلہ کرتے رہے جب سلطان نے اپنی فوج کی حالت کو دیکھا تو مضبور ہو کر صلح کے لیے اپنے ایلچی بھیجے اور درج ذیل شرائط پر ۲۷ فروری ۱۷۹۲ء کو دونوں فریقین میں صلح کی شرائط طے پائیں اور صلح ہو گئی۔

۱۔ سلطان ۳ کروڑ روپے کا ملک اتحادیوں کے لیے خالی کر دے۔

۲۔ سلطان ۳ کروڑ تیس لاکھ کا تاوان اتحادیوں کو ایک سال کے اندر ادا کر

۳۔ تمام اتحادی قیدیوں کو رہا کیا جائے۔

۴۔ مذکورہ بالا شرائط کے پورا ہونے تک سلطان اپنے دونوں شہزادوں کو بطور یرغمال انگریزوں کے سپرد کر دے۔

سلطان نے ان شرائط کو تسلیم نہ کیا مگر چند مشیروں کے کہنے پر صلح کی شرائط کو

قبول کرلیا گیا اور ۲۶ فروری ۱۷۹۱ء کو شہزادوں کو یعنی

۱۔ سلطان عبد الخالق اور

۲۔ سلطان معز الدین کو

فرنگی فوج میں بطور یرغمال بھیج دیا گیا یہ سلطان کے لیے ایک کڑی شرط تھی۔

مگر سلطان نے قوم و ملک کے خاطر با دل نخواستہ تسلیم کرلیا ان صلح کی شرائط کا سلطان پر بہت برا اثر ہوا اور وہ سخت بد دل اور مایوس سا ہو گیا اس نے اپنا دربار چھوڑ کر تنہائی میں زندگی گزارنی شروع کر دی درباری معاملات اپنے مشیروں کو تنہائی میں بلا کر حل کرتا تھا اور سلطان نے سلطنت کے معاملات میں توجہ دینی کم کر دی جس کا یہ اثر ہوا کہ اس کی سلطنت کے نمک حرام اور غداروں کو لوگوں کو تنگ کرنے کا موقع مل گیا۔ میر صادق اور پونیا من مانیاں کرنے لگے لوگوں کو تنگ کر کے پریشان کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے بھی لوگوں میں بد دلی اور مایوسی پھیل گئی اور لوگوں نے ان باتوں کو سلطان کے گوش گزار کیا تو سلطان نے اپنے رویے پر نظر ثانی کی اور سلطنت کے معاملے میں دوبارہ دلچسپی لینی شروع کی۔

ملک کے اندر بدامنی کا خاتمہ کیا اور یہ فرمان جاری کیے کہ:۔

۱۔ سلطنت کے عہدے دار ہر سال ذوالحج کے موقع پر آ کر اپنی کارگزاری بیان کیا کریں۔ اس موقع پر ہر عہدے دار کی حاضری دارالسلطنت میں لازمی قرار دی گئی مارچ ۱۷۹۴ء کو جب تاوان جنگ کی ادائیگی پر دونوں شہزادوں کو فرنگی فوج نے واپس کیا جو کہ ان کے پاس یرغمال تھے تو ان کی واپسی کی خوشی میں ملک میں بہت بڑا

جشن منایا گیا جس میں تمام

۱۔ وزراء اور امراء سے حلف وفاداری لیا گیا۔

۲۔ ملک کے سب قلعوں کی مرمت کروائی گئی۔

۳۔ فوج کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

۴۔ غیر ممالک سے رشتے اور اتحاد بڑھانے اور مضبوط کرنے کے لیے ان کے پاس سفارت کار بھجوائے گئے اور ان کے ساتھ محبت اور آشتی کے روابط کو مضبوط کیا گیا۔

گویا کہ سلطان ٹیپو نے انگریزوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کا عزم دہرایا اور اس کے لیے تیاریاں نئے سرے سے نئے جذبات اور ولولوں کے ساتھ شروع کر دیں کیونکہ اس کے دل میں انگریز کے خلاف سخت جذبات تھے۔

باب نمبر ۸ میسور کی چوتھی لڑائی

میسور کی چوتھی لڑائی آخری اور فیصلہ کن لڑائی تھی۔ جس میں فیصلہ ہو گیا اور انگریز ہندوستان میں آزادانہ طور پر قابض ہو گئے اور سلطان ٹیپو مرد مجاہد آخری دیر تک اسلام کی خاطر جنگ کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اس جنگ کی اہم درج ذیل وجوہات تھیں۔

وجوہات:۔

۱۔ میسور کی تیسری لڑائی میں جو صلح کی شرائط طے کی گئیں تھیں ان پر سلطان ٹیپو کاربند تھا مگر ان کا تاوان ادا کرنے کے باوجود سلطان نے انتھک محنت منصوبہ بندی کر کے اپنی عطیہ الٰہی حکومت کو نئے سرے سے منظم کیا جو کہ ترقی کی راہ پر گامزن تھی۔ یہ ترقی انگریزوں کے لئے خطرے کا باعث تھی۔

۲۔ ہندوستان میں برطانیہ کی طرف سے لارڈ مورنگٹن جو بعد میں لارڈ وزلزلی کے نام سے مشہور رہا سلطان ٹیپو کے سخت خلاف تھا کیونکہ جب لارڈ مورنگٹن برطانیہ سے ہندوستان آ رہا تھا تو راستے میں بمقام راس امید پر رکا جہاں پر ان سیاسی شاطر افراد نے لارڈ مورنگٹن کے کان خوب سلطان ٹیپو کے خلاف بھرے۔

ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مدارس کا سابق گورنر جنرل میڈوز جو کہ سلطان ٹیپو کے سخت خلاف تھا

۔اور اس سے انتقام لینے کے مواقع تلاش کرتا رہتا تھا۔

۲۔ جنرل بیرڈ جو کہ کچھ عرصہ تک سلطان ٹیپو کی قید میں بھی رہ چکا تھا اور سلطان کے خلاف کئی جنگوں میں شمولیت کر چکا تھا اور اب سلطان ٹیپو کے خلاف سخت جذبات رکھتا تھا۔میجر کرک پیرک جو کہ کچھ عرصہ تک پونا اور حیدرآباد کے درباروں میں ریذیڈنٹ رہ چکا تھا۔اس نے لارڈ مورنگٹن کو بتایا کہ:۔

''نظام، پیشوا اور سلطان ٹیپو کی فوج حقیقت کیا ہے؟''

جس کی وجہ سے گورنر جنرل کے دل میں سلطان ٹیپو کے خلاف سخت جذبات بھڑکے اور اس نے سلطان ٹیپو کو اپنی سلطنت کا پہلا دشمن سمجھا۔

۳۔ سلطان ٹیپو نے بالترتیب دو خط لارڈ مورنگٹن کو لکھے مگر اس دشمنی کی وجہ سے گورنر جنرل نے کسی کا بھی جواب نہ دیا۔ بلکہ اس نے یہ تاثر دینا شروع کیا کہ سلطان ٹیپو کی سلطنت کو تباہ و برباد کیا جائے۔

اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے درج ذیل حکمت عملی تیار کی گئی۔

۱۔ ہندوستان میں سب سڈی ایری سسٹم نافذ کیا گیا۔

۲۔ ہندوستانی ریاستوں میں انگریزوں کی طرف سے ایک ریذیڈنٹ مقرر کیا گیا۔

۳۔ ریاست میں انگریزی فوج اور توپ خانے کا موجود ہوا جس کا کلی طور پر خرچ ریاست ہی برداشت کرے اس سکیم کو نظام الملک والی علی والی کرناٹک اور مرہٹوں کے ساتھ معاہدہ کے طور پر اطلاق کر لیا گیا اس کے بعد لارڈ مورنگٹن نے

افغانستان کی طرف رخ کیا کیونکہ اس کو علم تھا کہ سلطان میسور کی مدد افغانستان کا شاہ زمان کرے گا جس کی وجہ سے انگریزوں کو مشکلات کا سامنا ہو گا تو اس نے افغانستان میں بغاوت کرادی اور ایران نے حملہ افغانستان پر کر دیا جس کی وجہ سے سلطان ٹیپو کا یہ مددگار بھی اپنے معاملات میں پھنس گیا۔

۴۔ جب لارڈ مورنگٹن گورنر جنرل ہندوستان کو یہ یقین ہو گیا کہ اب ہندوستان میں سلطان میسور کو کسی کی طرف سے امداد نہیں مل سکتی تو اس نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔

۵۔ لارڈ مورنگٹن نے سلطان کو ساحلی علاقے خالی کر کے انگریزوں کے حوالے کرنے کو لکھا جو کہ زیادتی کے مترادف تھا۔ مگر اس کے جواب سے بیشتر ہی لارڈ مورنگٹن نے اپنی افواج کو سلطنت میسور پر حملہ کرنے کے لئے احکامات جاری کر دیئے تھے۔

۶۔ اس کے علاوہ لارڈ مورنگٹن نے سلطان ٹیپو کے امراء اور وزراء کو اپنے مختلف طریقوں اور انسانی کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غداری پر آمادہ کر لیا تھا جو کہ سلطان ٹیپو کی ہر خبر کی اطلاع انگریزی فوج کو پہنچاتے تھے۔ جو کہ کسی بھی حکومت کی کمزوری کی سب سے بڑی نشانی ہوتی ہے۔

لارڈ مورنگٹن کو یہ بالکل یقین ہو چکا تھا کہ سلطان ٹیپو اگرچہ بہادر، دلیر اور شجاعت کا دل دلدادہ ہے اور انگریزوں کا دشمن ہے مگر اب اس کا کوئی بھی فرد اس دھرتی پر مددگار نہیں رہا۔ ہر طرف سے امداد کے دروازے بند کر دئے گئے تھے تو اب

حملہ کرنے کا سنہری موقع ہو گا لہذا گورنر جنرل نے اپنی ففوج کو حملے کا حکم دے دیا اور بھاری فوج جنرل ہیرس کی سرکردگی میں سلطان تیپو کے خلاف روانہ کردی

اعلاان جنگ

جب لارڈ مورنگٹن نے اپنی انگریزی فوج کو میسور پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور اعلان جنگ کر دیا گیا۔تو یہ افواج سلطنت میسور کی طرف چل پڑیں۔اس انگریزی فوج کا سپہ سالار جنرل ہیرس تھا جس کو وسیع اختیارات تفویض کیے گئے تھے۔

۱۔ حیدر آبادی افواج کا سپہ سالار (میر عالم) تھا

۲۔ بمبئی کی فوج کا سپہ سالار جنرل سٹوارٹ تھا۔مگر ان سب کا اعلی سپہ سالار جنرل ہیرس تھا۔جس کو گورنر جنرل کی طرف سے وسیع اختیارات حاصل تھے اور س کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرات نہ تھی۔

حملے کی منصوبہ بندی

انگریزی فوج دو طرف سے سلطنت میسور پر حملہ آور ہوئی ایک مالابار کی طرف سے اور دوسری کورگ کی طرف سے

فوج کا دوسرا دستہ مدارس کی طرف سے سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کرتا رہا۔

سلطان ٹیپو کو جب اس انگریزی فوج کی نقل وحمل کا علم ہوا تو وہ خود تھوڑی سی فوج لے کر جنرل سٹوارٹ کے مقابلے کے لیے سدامیر تک آیا اس کے ساتھ سلطان ٹیپو

نے مقابلہ کیا مگر جب اسے دوسری طرف سے حملہ آور فوج کا علم ہوا تو وہ اس کو ادھورا چھوڑ کر یا غیر اہم تصور کرتی ہوئے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ انگریزی افواج بلا روک ٹوک آگے بڑھتی رہی اور اپنی منزل مقصود یعنی سرنگا پٹم جو کہ ریاست میسور کا دارالخلافہ تھا وہاں تک پہنچ گئیں۔ اس کے علاوہ سلطان ٹیپو کے غدار افسران بڑا اہم کردار ادا کر رہے تھے اور اپنی نمک حرامی پر کاربند ہوتے ہوئے انگریزی فوج کو سلطان ٹیپو کی نقل وحرکت کے بارے میں ہر وقت معلومات پہنچا رہے تھے یہ واضح رہے کہ کسی بھی اہم کام کو سرانجام دینے کے لئے معلومات بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس اثناء میں سلطان ٹیپو کا وفادار افسر جس کا نام نواب محمد رضا خاں تھا مارا گیا جس کا سلطان کو بڑا افسوس ہوا۔

انگریزی فوج نے سرنگا پٹم کو چاروں اطراف سے گھیر لیا تھا اور وہ غداروں کی طرف سے معلومات حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے آرہے تھے اور انگریزی فوج مسلسل سرنگا پٹم کے قلعے پر گولہ باری کر رہی تھی۔ جس سے قلعے کی دیواریں چھلنی ہو گئی تھی سلطان ٹیپو کو اپنے غدار افسران کا بالکل علم ہو گیا تھا مگر حالات کی نزاکت ک وج سے مصلحت اور حکمت عملی سے کام لے رہا تھا۔ سلطان ٹیپو کے سامنے نہایت مایوس کن حالات پیش تھے مگر صرف سلطان ٹیپو نے اپنے چند فرانسیسی افسران کو طلب کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور ان الفاظ می باتیں کیں کہ:۔

”موجودہ حالات کو دیکھ رہے ہو کہ اپنے لوگ غداری کر رہے ہیں۔ کوئی قابل اعتماد بات باقی نہیں رہی۔ جن لوگوں کو میں نے اپنا وفادار

سمجھا تھا اب ان کی آنکھیں بے وفائی، مکاری اور غداری کے مناظر پیش کر رہی ہیں دشمن پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہے اور وہ اپنی طاقت کو روز بروز بڑھا رہے ہیں تو اب اس وقت کیا کرنا چاہیے؟

فرانسیسی افسران آداب بجالاتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ:۔

''اعلیٰ حضرت! آپ ہماری ولی نعمت ہیں ہم نے حضور کا نمک کھایا ہے جہاں حضور کا پسینہ گرے گا ہم اپنا خون گرائیں گے اگر آپ ہماری رائے کو پسند کریں تو جواہرات اور اشرفیوں کے صندوق توشک خانہ کا قیمتی سامان لے کر حرم سرا کی خواتین کے ہمراہ رات کی خاموشی میں قلعہ معلی سے نکل جائیں اور دس ہزار سوار پانچ ہزار پیدل فوج اور بیس ہزار ضرب توپ لے کر ڈبل کوچ کے ساتھ قلعہ چلدرک چلے جائیں اور ہمیں مختلف امور تفویض کر دیں اور یہ قلعہ ہمارے حوالے کر دیں تو ہم آخری دم تک مقابلہ کریں گے اور اگر آپ اس بات کو پسند نہ فرمائیں تو آپ ہمیں فرانسیسی افسران کو انگریزی فوج کے حوالے کر دیں اور ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے تو مصالحت کا ہاتھ آپ کی طرف بڑھائیں گے۔

سلطان نے اس تقریر کا بڑا اثر لیا اور اس نے اپنے ان بہادر، نمک حرامی اور وفاداروں کی تعریف کرتے ہوئے کہا:۔

''یہ ناممکن ہے کہ میں اپنے دوستوں کو دشمن کے حوالے کر دوں

۔خواہ میری سلطنت ہی کیوں نہ چلی جائے۔ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔''

اس کے بعد سلطان ٹیپو نے اپنے نمک حرامی صادق سے بھی صلاح مشورہ لیا تو اس نے یوں کہا کہ:۔

''یہ فرانسیسی اور انگریز ایک ہی ہیں جونہی آپ نے قلعے کے باہر قدم رکھا انھوں نے فوراً انگریز کو مطلع کر دینا ہے۔''

اس بات کی تائید دوسرے نمک حرام پورینا نے بھی صادق کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے کر دی۔

سلطان ٹیپو اپنے غداروں کی وجہ سے سخت پریشان ہو چکا تھا اور اپنی حالت سامنے آ چکی تھی۔ مگر اس نے ہمت نہیں ہاری تھی مگر بے بازو اور بغیر ہتھیار کے کوئی بھی سپاہی خواہ کتنا ہی بہادر اور دلیر کیوں نہ ہو۔ دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دشمن کے وار سے بچ نہیں سکتا مگر سلطان ٹیپو نے دلیرانہ انداز سے انگریز سے صلح کی کوشش کی۔ مگر صلح کی ایسی کڑی شرائط پیش کی گئیں کہ ان کا تسلیم کرنا سلطان ٹیپو کے لئے ناگوار تھا کیونکہ صلح کی شرائط ذلت آمیز حد تک تھیں۔ صلح کی درج ذیل شرائط پیش کی گئی تھیں۔

۱۔ تمام ساحلی علاقے اور سلطنت خداداد کا نصف حصہ کمپنی بہادر کے حوالے کیا جائے۔

۲۔ بیس لاکھ پونڈ تاوان جنگ کے طور پر ادا کیے جائیں۔

۳۔ سلطان اپنے چاروں بیٹے اور چار معتمد امیر یرغمال کے طور پر کمپنی کے

سپرد کردے۔

۴۔ سلطان آئندہ کمپنی کا باجگذار بن کر رہے۔

سلطان ٹیپو کو ان شرائط کو تسلیم کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی مگر ان شرائط کے بارے میں سلطان ٹیپو کے یہ تاثرات ویکن کے مطابق یہ تھے:۔

''وہ ان شرائط کی سختی اور بے انصافی سے بہت نالاں ہوا۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک سپاہی کی طرح میدان جنگ میں لڑتا ہوا جان دے گا۔چہ جائیکہ اپنے آپ کو ان کافروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے اور کمزور وظیفہ خوار راجوں اور نوابوں کی طرح زندگی گزارے۔''

لہٰذا وہ دلیری، بہادری اور شجاعت کے ساتھ انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مستعد ہوگیا اور اپنی ساری فوج کو اسی خیال اور اسی ارادے سے آگاہ کر دیا گیا۔جس سے فوج بھی مطمئن ہوگئی۔مگر غدار ہر جگہ قوم و ملک کے دشمن اور قاتل ثابت ہوتے ہیں۔جن کا نام تاریخ میں سیاہ حروف سے لکھا جاتا ہے۔

باب نمبر ۹۔ مجاہد اسلام اور شیر میسور کی شہادت

سلطان ٹیپو اپنے غدار ساتھیوں کی وجہ سے انگریزوں کے زنغے میں پھنس چکا تھا ۔بدرزماں نے بھی مشورہ دیا کہ قلعے سے باہر تشریف لے جانا سودمند نہ ہوگا کیونکہ آپ کی عدم موجودگی میں تمام سپاہی راہ فرار اختیار کریں گے۔

تو سلطان ٹیپو نے حیرت سے بدرالزماں کی طرف دیکھا اور کہا کہ:۔

''رضائے مولا از ہمہ اولے''

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کی مرضی سب سے افضل ہے۔

تو سلطان ٹیپو نے قلعے سے باہر جانے کا ارادہ بالکل ترک کردیا اور باقاعدہ جنگ کے لئے تیار ہو گیا کیونکہ سلطان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کے غدار ساتھی درپردہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں ۔مگر وہ موقع کی نزاکت سے خاموش رہا سلطان نے حرم سرا کے گرد ایک خندق کھدوادی اور اس کے اندر بارود بھروادیا تاکہ دشمن اگر اندر آجائے تو ''تو ناموس کی خاطر حرم سرا کو آگ لگادی جائے''

۴امئی کی صبح نجومیوں نے آکر عرض کی کہ:

''آج کا دن اعلیٰ حضرت کے لئے نامبارک ہے اس لئے کچھ صدقہ و خیرات دینا چاہیے''

تو سلطان نے نجومیوں کی بات پر عمل کرتے ہوئے غسل کرکے زرو مال سے لدا ہوا ایک ہاتھی فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کیا اور قلعے کا معائنہ کیا دوپہر کے وقت

سلطان ایک آم کے درخت کے نیچے آ کر آرام کرنے لگا اور کھانا بھی اسی جگہ منگا کر کھانے لگا۔ابھی چند لقمے ہی حلق سے نیچے اترے تھے کہ:۔

''لوگ چیختے چلاتے ہوئے آئے اور کہا کہ سید غفار دشمنوں سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا ہے۔''

سلطان نے بے اختیار کہا کہ:۔

'مجاہد موت سے نہیں ڈرتے اور سید غفار بھی ایک مجاہد تھا۔''

اس وقت ٹیپو سلطان نے اپنی نظر اپنے نمک حرام وزیروں پر ڈالی اور کہا کہ:۔

''اس غداری اور بے وفائی کا نتیجہ تمھیں اس وقت معلوم ہو گا جب تم اور تمھاری آئندہ نسلیں ایک ایک دانہ اناج کے لئے ترسیں گی اور تم دنیا میں نہایت ذلت کی زندگی بسر کرو گے۔''

یہ کہہ کر سلطان نے تلوار اور بندوق سنبھالی اور طاؤس نامی گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کی طرف بڑھا۔اس وقت سلطان یہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھا۔

''سفید رنگ کی قمیض اور چھنیٹ کا پاجامہ پہنے ہوئے تھا کمر میں سرخ رنگ کا پڑکا اور سر پر قیمتی عمامہ تھا دو زین پٹیاں بھی لگا رکھی تھیں ایک میں کارتوس اور دوسری میں تلوار لٹک رہی تھی اور بازو پر ایک قرآنی آیات کا تعویذ باندھ رکھا تھا۔''

جب سلطان اپنے سپاہیوں کے ہمراہ اس فصیل کی طرف گیا جہاں دشمن گولہ باری کر رہا تھا تو نمک حرام صادق نے دروازہ بند کر دیا اور خود فصیل پر چڑھ کر انگریزی فوج کو حملہ کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود قلعہ کے باہر چلا گیا۔اس عالم

میں اچانک ایک سپاہی نے کہا:۔

''اے غدار! آقا کو اس مصیبت میں چھوڑ کر کہاں چلا جا رہا ہے۔''

اور اس سپاہی نے جوش اور غصے کی حالت میں ایک تلوار کا وار کر کے صادق کا سر قلم کر دیا اور چند دن بعد اس کی لاش بغیر دفن کئے اسی جگہ گاڑ دی گئی اور شہر کے لوگ آج بھی اس کے کردار اور پر تھوکتے ہیں یہی غداروں کا حال ہوتا ہے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بھی ذلت۔

دوپہر کے وقت سلطانی سپاہ نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی کہ نمک حرام پورنیا نے جو درپردہ انگریزوں کے ساتھ ملا ہوا تھا اس نے سپاہیوں کو تنخواہ دینے کے بہانے سے بلوا لیا فوج اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور سفید نشان دے کر دشمن کو خبر دے دی گئی ''کہ میدان صاف'' بے خوف چلے آؤ''

چنانچہ انگریزی فوج جنرل بیرڈ کی کمان میں دریا پار کر کے آسانی سے قلعے کی فصیل پر چڑھ گئی اور اندر داخل ہو گئی۔اسی حالت میں غدار میر قاسم بھی فوج کی راہنمائی کر رہا تھا سلطان نے ایک محفوظ مقام پر جا کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ دشمن قلعے کی فصیل پر قابض ہو کر اندر گھس آیا ہے اور اب مدافعت بے سود ہے تو واپس ہو گیا اور قلعے کے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر دروازے کو بند پایا یہ ساری کاروائی اس کے غدار میر صادق کی تھی جس نے دروازہ بند کر دیا تھا اور خود ایک اپنے ہی سپاہی کی گولی کا نشانہ بن گیا۔اس وقت سلطان تین طرف سے دشمن کی فوج میں گھر چکا تھا اس وقت سلطان کو ایک سپاہی نے مشورہ دیا کہ:۔

''حضور! آپ اپنے آپ کو انگریزوں پر ظاہر نہ کریں اس صورت میں آپ کی جان محفوظ ہو سکتی ہے لیکن سلطان نے جوش می آ کر یہ چلا کر کہا کہ:۔

''گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔''

اس وقت دشمنوں کی طرف سے ایک گولی سلطان کے گھوڑے طاؤس کو لگی اور گھوڑا اس وقت جان بحق ہو گیا اور سلطان نے پا پیادہ دشمن کا مقابلہ کرنا شروع کیا سلطان کے سپاہی جو کہ بہت ہی جانثار، جاں باز اور وفادار تھے وہ اپنے آقا پر پروانہ وار قربان ہو رہے تھے جب غداروں کی طرف سے انگریزی فوج کو پتہ چلا کہ سلطان بذات خود میدان میں لڑ رہا ہے تو انھوں نے بھی جوش اور خون ریزی سے لڑنا شروع کیا اسی ہنگامے میں ایک گولی سلطان کے دل کے قریب آ کر لگی سلطان زخمی ہو کر گر پڑا۔ اتنے میں ایک انگریز کا گزر ادھر سے ہوا تو سلطان کا قیمتی لباس دیکھ کر اس کا دل للچایا۔ اس نے قریب جا کر سلطان کی سنہری پیٹی پر ہاتھ ڈالا۔ لیکن سلطان نے پلٹ کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا پاؤں بری طرح زخمی ہو گیا اور اس گورے نے غصے میں آ کر سلطان پر گولی چلا دی۔

اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا اور میسور کا یہ آفتاب بھی سرنگا پٹم کے قلعہ پر حسرت کی نگاہیں ڈالتے ہوئے اپنے ہی لہو کی سرخیوں میں غروب ہو گیا دوپہر سے شام تک لڑائی جاری رہی اور سلطان کے وفادار اور جانباز نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے بہادر اور جیالے آقا کے ساتھ شہید ہو گئے۔

اس جنگ میں سلطان ٹیپو کے تقریباً بارہ ہزار سپاہیوں نے جام شہادت نوش کیا

جن میں مرد عورتیں بھی شامل تھیں عورتوں میں صرف حرم سلطان کی عورتیں ہی تھیں لشکر کے کسی آدمی کی عورتیں نہیں تھیں وہ عورتیں تھیں جو سلطان کی عزت و ناموس کی خاطر اپنے سلطان کے ساتھ ہی جان بحق ہوئیں سلطان کی شہادت کے وقت عمر ۴۸ سال تھی۔

لاش کی پہچان

شام کا وقت ہو چکا تھا لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ شیر میسور کی لاش کہاں ہے اور کسی دوسرے کی کون سی لاش ہے؟ سلطان کی لاش تلاش کرنے کے لئے مشعلوں کا انتظام کیا گیا لاشوں کے ڈھیر میں سے ایسی ہونٹوں پر مسکراہٹ والی لاش تلاش کی گئی جو کہ وہی شیر میسور سلطان ٹیپو کی تھی۔اور جب انگریزی فوج کے سپہ سالار جنرل ہیرس نے سلطان ٹیپو کی لاش کو پہچانا اور دیکھا تو وہ خوشی سی چلایا کہ:۔

''آج ہندوستان ہمارا ہے''

سلطان کی آنکھیں کھلی ہوئیں تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرہ چمک رہا تھا اور تلوار کے دستے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا اور جسم اس قدر گرم تھا کہ اس کو شبہ ہوا کہ سلطان ابھی تک زندہ ہے مگر جب اس نے نبض دیکھی تو وہ بند پائی گئی۔تب اس کو یقین ہوا کہ سلطان کو گولیوں کے کئی زخم تھے۔جنرل ہیرس نے سلطان کی لاش کو پالکی میں رکھوا کر محل میں بھجوا دیا اور محل پر فوجی پہرہ لگا دیا

شہادت کے دوسرے روز ہی یعنی ۵ مئی ۱۷۹۹ء کو صبح ہی سلطان شہید کی تجہیز و تکفین کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔ سلطان کے سپاہی، وفادار امراء اور سردار میت دیکھ کر غم زدہ اور افسردہ تھے۔ عوام تو دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ ظہر کے وقت سلطان شہید کا جنازہ اٹھایا گیا اور جنازے کے آگے چار انگریز کمپنیاں جا رہی تھیں راستے می ہر طرف ہر شخص نوحہ کناں تھا۔ ہر گھر سے رونے کی آوازیں آ رہیں تھیں جب جنازہ لال باغ کے نزد پہنچا تو حیدر آبادی سردار بھی جنازے میں شریک ہو گئے سلطان کو اس کے باپ کے مقبرے کے ساتھ پہلو میں دفن کیا گیا تھا۔ اس کا جنازہ حیدر علی کے مقبرے کے پاس ہی ٹھہرایا گیا تھا۔ اس وقت پانچ ہزار روپے فقیروں محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کیے گئے۔

تدفین کے وقت طوفان

تدفین کے وقت موسم بڑا گرم تھا۔ ہوا بھی بند تھی آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور آسمان سے وقفے وقفے کے ساتھ ایک خطرناک قسم کی آواز آ رہی تھی اور لوگ ان آوازوں کو سن کر سہم رہے تھے اس حالت میں جنازہ پانچ بجے مقبرے میں پہنچا۔ جنازے کو مقبرے کے سامنے رکھا گیا۔ نماز جنازہ کے لئے صفیں بندھ گئیں سرنگاپٹم کا قاضی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ابھی تکبیر کے لئے اللہ اکبر کا لفظ ہی ادا کیا تھا کہ آسمان سے بادل گرجنے کی آواز آئی اور بجلی کڑکنے لگی اور یہ بجلی اتنے زور سے گرجی کہ ہر طرف خوف کی وجہ سے سراسیمگی اور خاموشی چھا گئی

۔فوجی بینڈ تھم گیا اور سلطان شہید کی لاش کو لحد میں اتار کر لوگ واپس ہونے لگے تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی پہلے آسمان پر بجلی گرجی اور ماتمی سلامی دی پھر آسمان نے موسلا دھار بارش کی شکل میں آنسو بہا کر اس آزادی کے متوالے، جیالے اور اسلام کے شہید پر غم کا اظہار کیا ۔اس سے قبل کبھی ایسا طوفان نہ آیا تھا دریائے کاویری پر طغیانی زوروں پر تھی ااا س منظر کو دیکھ کر ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ آج قیامت کا دن ہے۔''

شہر میں لوٹ مار

جب سلطان ٹیپو کی تجہیز و تکفین کا کام مکمل ہو گیا تو انگریزی افواج نے شہر کے گلی کوچوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔دشمن کی افواج نے رات کی تاریکی میں عورتوں اور بچوں سے ایسا ناروا سلوک گرم کیا کہ دیکھنے، سننے، اور پڑھنے والوں کے دل خوف سے دہل جاتے ہیں ،عورتیں اور بچوں کی چیخوں سے دل دہل جاتے ہیں جوان عورتوں کی بے حرمتی، عصمت دری کا منظر دیکھا نہ جاتا تھا۔ننھے بچوں کا قتل اور خاندانوں کی تباہی کا منظر ایسا معلوم ہوتا تھا دنیا بھر کی مصیبتوں کا مرکز سرنگا پٹم ہی بن گیا ہے ۔یہ لوٹ مار کا منظر مسلسل چار روز تک جاری رہا حتیٰ کہ کوئی بھی گھر اس بلا سے محفوظ نہ رہا تھا گوروں کی فوجوں نے لوٹ مار کر کے اپنی بداخلاقی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا۔

مال غنیمت

جب کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتا ہے اور فتح و شکست کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو مفتوح ملک کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ فاتح ملک کا ہی ہوتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ مگر سلطان ٹیپو کی سلطنت میسور خوش حال سلطنت تھی۔ اس لئے انگریزوں کو اس خوشی کے ساتھ کہ ان کے راستے سے ایک شیر ہٹ گیا ہے اور اب وہ سارے ہندوستان کے مالک بن سکتے ہیں کوئی دوسرا ایسا کوئی مسلمان حکمران نہیں ہے جو ان کے راستے میں حائل ہو

اس خوشی کے علاوہ انگریزی افواج کو مال غنیمت بھی خوب حاصل ہوا جس میں درج ذیل اقسام کی اشیاء شامل تھیں۔

۱۔ قد آور شیشے، دوربینیں

۲۔ تصاویر، سونے اور چاندی کے برتن۔

۳۔ اعلیٰ قسم کے فرنیچر اور کتب خانہ میسر آیا۔

۴۔ بیش بہا قیمتی تخت اور ایک مرصع ہووج۔

بندوقیں تلواریں بے شمار تعداد میں،

۵۔ سلطان ٹیپو کی تلوار جو کہ لارڈ ونر لی کو پیش کی گئی تھی۔

۶۔ جنرل ہیرس جو کہ فوج کا سپاہ سالار تھا۔ اس کو اس فتح کے موقع پر ایک لاکھ بائیس ہزار نوسو (۱،۲۲،۹۰۰) اشرفیاں دی گئیں۔

اس قدر مال غنیمت کی افراط و بہتات سے عام فہم شخص بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ

میسوور کی ریاست کس قدر خوشحال اور فارغ البال تھی ۔جو کہ سب سلطان ٹیپو کی محنت اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھی ۔جس کی وجہ سے ریاست کے عوام مال دار اور خوش حال تھے ۔مگر افسوس کہ سلطان کو جلد ہی قضا الٰہی نے آ دبوچا اور اسلام کا ایک جاں نثار، جان باز ،اور دلیر سپوت ہمیشہ کے لئے دشمن کی نظر ہو گیا اور ہندوستان میں دشمنوں کو دندنانے کے لئے موقع فراہم کر گیا جس کی بدولت انگریزوں نے ہندوستان پر فرد واحد کی طرح سو سال حکومت کی جو کہ غلامی کا دور شمار کیا جاتا ہے ۔

سلطان ٹیپو کی غیرت

ہر انسان اپنے مقدر کے مطابق زندگی گزارتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے اس کی زندگی اس کے تابع ہوتی ہے تو سلطان ٹیپو کی زندگی بھی اس کی تقدیر کے تابع تھی ۔اس نے ساری زندگی ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے میں ہی بسر کر دی۔

جس طرح اس کا باپ ساری زندگی انگریزوں کے خلاف لڑتا رہا اسی طرح اس کا جیالا بیٹا بھی انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا جان دے گیا ۔مگر دونوں باپ اور بیٹے نے زمانہ عالم میں ایک مقام حاصل کیا اور آج بھی ان کا نام زندہ انسان نے بڑھ کر لوگ تقدس اور احترام سے لیتے ہیں ،اور تاریخ میں دونوں کے نام سنہری حروف سے کندہ ہیں ۔سلطان ٹیپو کے باپ نے اعلیٰ روایات قائم کیں مگر اس کے بیٹے نے ان اعلیٰ روایات کو سنہری اور ابدی روایات میں تبدیل کیا اور اس نے اروایات کو

بڑھانے کے لئے اپنے باپ ہی کی حکمت عملی پر عمل کیا۔

سرنگا پٹم کی جنگ میں سلطان ٹیپو نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی۔مگر اس کی شکست کا سب سے بڑھا سبب اس کی حکومت کے غدار لوگ تھے جن میں میر صادق، پورنیا، اور جعفر وغیرہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔مگر یہ سلطان کی غیرت کا تقاضا تھا کہ اس نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مقابلہ کیا۔اگر وہ باقی راجاؤں اور ضمیر فروشوں کی طرح ہوتا تو وہ بھی انگریزوں کا مطیع ہو کر اپنا تخت و تاج بچا سکتا تھا مگر سلطان ٹیپو ایک غیور باپ کا غیور بیٹا تھا اور پکا مسلمان اور اسلام پسند مرد مجاہد تھا اس کو ایسی زندگی کی ضرورت نہ تھی جس میں آنکھیں نیچی کرنی پڑیں اسے یہ معلوم نہ تھا کہ ولزلی کو اس کے خفیہ ارادوں کا پتہ چل گیا ہے اس کے علاوہ انگریزوں کی بحری طاقت بھی سلطان کے لئے مضر ثابت ہوئی۔

باب نمبر ۱۰ شکست کی وجوہات

میسور کی چوتھی لڑائی کی درج ذیل اہم وجوہات یہ تھیں:۔

۱۔ سب سے بڑی وجہ سلطان ٹیپو کے اپنے امراء اور وزراء کی منافقت اور دار تھی۔جس کا سلطان نے خود بھی نظارہ کیا تھا۔

۲۔ انگریزوں نے اپنے ساتھ مرہٹوں اور نظام دکن کو بھی ملا لیا تھا۔جس کی وجہ سے ان کی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا تھا ۔

۳۔ سلطان ٹیپو کی بڑھتی ہوئی طاقت سے انگریزوں کے علاوہ دوسری ریاستوں کے حکمران بھی لرزاں تھے۔جس کی وجہ سے انھوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنی جھوٹی بقا کے لئے الحاق کیا۔جو کہ بعد میں ان کی رسوائی کا باعث ہوا۔

۴ لارڈ مورنگٹن گورنر جنرل ہندوستان کے دل میں راس امید کے مقم پر ہی چند شاطر افراد نے کدورت سلطان ٹیپو کے خلاف بھر دی تھی۔جب کہ سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے ساتھ اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔

۵۔ سلطان ٹیپو کے لئے امداد کے تمام راستے انگریزوں نے بند کر دیئے تھے اور وہ کہیں سے بھی امداد نہ حاصل کر پایا۔

۶۔ انگریز سلطان ٹیپو اور فرانسیسوں کے جو کہ سلطان کی فوج میں شامل تھے اور اس سے وفاداری کا دم بھرتے تھے۔سخت خلاف اور دشمن تھے۔جس کی وجہ سے انگریزوں نے یہ سارا جال بن دیا۔

۷۔ انگریز ہندوستان میں حکومت کرنے کی غرض سے آئے تھے اور وہ کسی کو اپنے راستے میں حائل ہوتا برداشت نہیں کرتے تھے۔

۸۔ انگریز لالچی اور ملک گیر ہوس کا مالک پایا گیا تھا جس کی وجہ سے انھوں نے اس ریاست کو ساتھ ملانے کے لیے حملہ کیا۔

سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد رسوا کن حالات:۔

دشمن ہمیشہ اپنے آپ کو دشمن ثابت کرتا ہے۔مگر ہر موقع اور فرد کے طریقے اور حالات مختلف ہوتے ہیں تو انگریز کل بھی اور آج بھی مسلمانوں کے خلاف تھا اور ہے مگر اللہ تعالی مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔انگریز چونکہ سلطان ٹیپو کے خلاف تھا اور انگریزوں کے ساتھ سلطان کے امراءاور وزراء بھی اپنی غدارانہ فطرت کے تحت اور کچھ لالچ کی خاطر مل گے اور ان کے علاوہ مرہٹے بھی اور نظام حیدر آباد بھی انگریزوں سے مل گئے۔

یہ تو ایک انگریز کی چال اور مکاراہ پالیسی کا حصہ تھا۔اصل میں تو انگریز ہندوستان میں کسی دوسرے کو اپنے سامنے دیکھنا پسند نہ کرتے تھے اور صرف فردواحد کی طرح ہندوستان پر حکومت کرنا پسند کرتے تھے۔اب وہ اپنے مقاصد کو حاصل کر چکے تھے تو ان کے اتحادیوں اور دیگر افراد کو کچلنے کا موقع ان کے ہاتھ آیا۔جس سے انھوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔آیئے ان حالات پر نظر ڈالتے ہیں جو سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد منظر عام پر آئے جن کو رسوا کن حالات کا نام دیا گیا ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم

جب میسور کی چوتھی لڑائی کے بعد مال غنیمت کی تقسیم ہو رہی تھی تو میر عالم نے بھی حیدر آباد کی فوج کا حصہ طلب کیا تو انگریزوں کی فوج کے سپہ سالار مسٹر جنرل ہیروس نے دوٹوک کا جواب یوں دے کر منہ بند کر دیا کہ۔''

''قلعہ انگریزوں نے اپنے زور بازو سے فتح کیا اس لئے حیدر آباد کی فوج کو حصہ نہیں مل سکتا۔''

اس کا یہ مطلب کہ انگریزوی فوج کے سپہ سالار نے فوری طور پر ان کے احسانات کا قرضہ چکا دیا تا کہ اس (میر عالم) کے دل میں کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ جب میر عالم نے اس امر کی گورنر جنرل مورنگٹن (لارولزلی) کے ہاں شکایت کی تو اس نے سلطان کے پالتو کتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''اگر چاہو تو یہ لے جا سکتے ہو۔''

گورنر جنرل نے بھی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ ان غداروں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اگر ان کو واپس لے جانا چاہو تو لے جا سکتے ہو۔ کیونکہ یہ انگریز بھی بخوبی سمجھتا تھا کہ جو اپنے سلطان کے ساتھ وفادار اور خیر خواہ نہیں تھے وہ ہمارے انگریزوں کے کیسے مخلص اور وفادار ہو سکتے ہیں؟ لہذا ان کو دفع کر دیا جائے۔

لیکن میر عالم نے انکار کر دیا تو لارڈ ولزلی نے ان غداروں کو گولی کا نشانہ بنا دیا

ا۔ سلطان کی شہادت کے بعد سلطان کا بھائی کریم شاہ اور شہزادے انگریز کی قید میں آ گئے تھے۔

۲۔ انگریزوں نے میسور کی سلطنت کے لئے یہ نیا نظام مرتب کیا، جس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ۔جس کے لیے نظام آباد سے منظوری حاصل کی گئی تھی ۔سلطان ٹیپو کے چند غدار وزراء اور امراء کو مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا۔

۳۔ سلطنت میسور کی حکمران کا مسئلہ یوں حل کیا کہ قدیم ہندو خاندان کے سپرد کر دی جائے اور شہزادوں کو جلاوطن کر دیا جائے تا کہ مستقبل میں کوئی تصور ہی نہ رہے۔

۴۔ شہزادوں کو کلکتہ میں منتقل کر دیا گیا اور ان کے ذاتی اخراجات کے لئے سات لاکھ سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

۵۔ سلطنت میسور کا جانشین ۳۰ جون ۱۷۹۹ء کو راجہ کے لڑکے کشن راج کو جس کی عمر صرف پانچ سال تھی بنایا گیا اور اس کے ساتھ پورنیا کو دیوان مقرر کر دیا گیا۔

نئے راجہ کی تخت نشینی کے بعد ریاست میسور کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔اس کا مطلب سلطنت میسور کے وجود کو ہی ختم کرنا تھا جس میں انگریز کامیاب و کامران رہے۔

۱، کل اضلاع کرناٹک، بائیں گھاٹ اور ساحلی علاقے انگریزوں کے حصے میں آئے۔

۲۔ تنگ بھدرا کا علاقہ مرہٹوں کو دیا گیا مگر اس کے ساتھ یہ شرط طے پائی کہ وہ سب سڈی ریری سسٹم قبول کریں گے اور اس کی پابندی بھی کریں گے ۔

۳۔ ضلع اننت پور، کڑپہ، کرنول اور بلاری نظام حیدر آباد کے حصے میں

آئے۔

۴۔ باقی سارا ملک نئے راجہ کے حوالے کر دیا گیا۔قلعہ سرنگا پٹم بھی انگریزوں کی تحویل میں رہا اور پوری ریاست کی نگرانی کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ریڈیڈنٹ اور فوج مقرر کر دی گئی۔تا کہ ریاست میں کوئی ایسا عمل رونما نہ ہو، جو انگریزوں کے مفاد کے خلاف ہو اور ان کو پسند نہ ہو۔

فرنگیوں کی خوشیاں

سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد فرنگیوں کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔کیونکہ ہندوستان میں ان کا سب کے لئے بڑا خطرہ اور رکاوٹ ٹیپو سلطان ہی تھا جو کہ ان کے راستے میں ہٹ گیا تو انگریزوں نے برطانیہ اور ہندوستان کے اند درج ذیل طریقے سے خوشی کے جشن منائے دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انگریزوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے ان کے سینوں پر یوں دیئے جلائے۔مگر ہندوستانی مسلمان بھی مجبور تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر ہی نہیں دیکھا ہو گا بلکہ شمولیت بھی کی ہوگی۔

۱۔ گورنر جنرل ہندوستان نے ۶ فروری ۱۸۰۰ء کو ہندوستان میں ایک عظیم الشان خوشی کے عالم میں جشن منایا اور شکریہ ادا کرنے کے لئے ننگے پاؤں پیدل اعلیٰ افسر سے لے کر ادنیٰ سپاہی تک گرجا گھر تک گئے اور دعائیں کیں۔

۲۔ اس خوشی کے جشن کی صورت ایسی تھی کہ گرجا گھر تک جاتے وقت راستے

کے دونوں طرف فوجیں متعین تھیں جنہوں نے اس جلوس کو توپوں کی سلامی دی۔

۳۔ جب سلطان ٹیپو کی شہادت کی خبر برطانیہ پہنچی اور فتح کی خبر ملی تو وہاں پر بھی حکومت برطانیہ نے بھی ملک بھر میں چراغاں کیا اور خوشی منائی گئی۔ کیونکہ اب حکومت برطانیہ کو بھی واضح ہو گیا کہ ہندوستان میں ان کے مدمقابل کوئی طاقت نہیں رہی اور سلطان ٹیپو کی شہادت ہندوستان کی آزادی کی موت تھی، کیونکہ انگریز یہ بخوبی جانتے تھے سلطان ٹیپو کے زندہ ہوتے ہوئے وہ ہندوستان کو غلام نہیں بنا سکتے۔

۴۔ حکومت برطانیہ کو ان تمام انگریز افسران کو جنھوں نے سلطان ٹیپو کی شہادت میں بھرپور حصہ لیا تھا ان کو درج ذیل مختلف طریقوں سے انعامات سے نوازا

۱۔ لارڈ مورنگٹن کو مارکوریٹس کا خطاب دیا گیا۔

۲۔ جنرل ہیرس جو کہ فوج کا سپہ سالار تھا اس کو لارڈ ہیرس آف سرنگا پٹم کا خطاب دیا

۳۔ اس کے علاوہ دیگر افسران کو بھی مختلف قسم کے اعزازات و انعامات سے نوازا گیا۔ تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور ہندوستانیوں کو پوری دل جمعی کے ساتھ غلام بنانے میں حکومت کا ساتھ دیں۔

باب نمبر ۱۱۔ برنا ڈوائی کلف کا مرثیہ

جب سلطان ٹیپو کی شہادت واقع ہوئی تو دنیا کے ہر ذی روح حتیٰ کہ آسمان والوں کو بھی بڑا صدمہ اور دکھ ہوا اور مختلف انداز سے دنیا اور ساوی مخلوقات نے دکھ کا اظہار کیا جن کا ذکر گزشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔ مزید دہرانے کی ضرورت نہیں۔

سلطان ٹیپو کی شہادت کو چوبیس سال بیت گئے شب و روز گزرنے کی کسی کو خبر نہیں ہوتی مگر جب زندگی کا اختتام پذیری کا وقت آ جاتا ہے تو پھر گنتی ہوتی ہے کہ اتنے سال زندگی ہوتی ہے اور اب موت واقع ہو گئی ہے۔ اسی طرح سلطان ٹیپو کی شہادت کے بھی چوبیس سال یا برسیاں گزر گئیں تو ایک امریکہ کے شاعر جن کا نام برنا ڈوائی کلف تھا وہ میسور آیا اور سلطان کی قبر پر عقیدت کے پھول ایک مرثیہ کی شکل میں پیش کیے جو کہ انگریزی زبان میں ہیں جن کا ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک نے یوں پیش کیا ہے۔

خوف کی اس اندھیری رات میں تیرا شعلہ بجھا دیا گیا
اقتدار شاہانہ کا عصا تیری قوم کے ہاتھ سے چھن گیا
بے شمار جگر وار غازی
سب شہید ہوئے
صرف وہی باقی ہیں جو آج تیرا ماتم کر رہے ہیں
جن ہنگامہ کارزار کا خونیں بادل

منڈلا رہے ہوں ہمارے سروں پر

تب!

موت بہتر ہے ایسی رسوکن زندگی سے

جو اندوہ و انفعال کی سرمایہ دار ہو

اے بطل حریت!

علم بردار خونی شورشوں کے

اے آسماں جہاد کے ستارے

تو غروب ہو گیا

ان ذلیل انسانوں کی طرح نہیں

جنھیں نام وری نے

طوفان پیکار کی لہروں میں غرق فراموشی کر دیا

جو خاک مذلت پر سر بسجود ہو گئے۔

مجاہدوں کی صف میں رہ کر جان دینا

ایسے لوگوں کے ساتھ زندہ رہ کر

فرمانروائی کرنے سے بہتر ہے ہزار درجہ

موت بہتر ہے ایسی رسوا کن زندگی سے

جو اندوہ انفعال کی سرمایہ دار ہو

نہیں!

تو خاک وخوں کے بستر پر
اس فروزاں آفتاب کی طرح سو گیا
جس کی غضب ناک شعاعیں
اس وقت نمودار ہوں
جب اس کا دورہ ختم ہونے والا ہو
جس مقام پر موت کے جانسوز شعلوں
کی لپک خون آشام تلواروں کی زہرہ گداز
جھنکار سے فضا لبریز ہو رہی تھی
اور مرنے والے آخری سانس توڑ رہے تھے۔
تو تخت وتاراج کو ٹھکرا کر
شیر کی طرح میدان میں کودا
اور سپاہی کی طرح مر گیا۔
موت بہتر ہے ایسی رسوا کن زندگی سے
جو اندوہ انفعال کی سرمایہ دار ہو
تیرا بہادر اور قوی باپ خوش تھا
کہ اس کی روح جہاد
تم میں تڑپی
اس کی جنتی لبوں پر مسکراہٹ تھی

اس نے دیکھا کہ دشمن پر آخری
وار کر رہا تھا
اور تیری تلوار
سرخ رو ہو رہی ہے
دشمنوں کے لہو سے
پھر اس نے دیکھا کہ تو سو رہا ہے
بہادروں کی طرح
اور تیرے سینے پر گل رخ زخم ہیں
موت بہتر ہے ایسی رسوا کن زندگی سے
جو اندوہ انفعال کی سرمایہ دار ہو
اہل جنت نے شہید کے لیے
سدا بہار پھولوں کا ایک ہار گوندھا
ایسی زمردیں خلوتوں میں
نخل طوبیٰ کے نیچے
فردوس کی جادو نگاہ حوروں نے
فلوبریں کی شفاف فضاؤں میں
رومال ہلا ہلا کر خیر مقدم کیا!
مجاہدین کے سب سے بڑے سردار

سلطان شہید کا!

موت بہتر ہے ایسی رسوا کن زندگی سے

جو اندوہ انفعال کا سرمایہ دار ہو۔

باب نمبر ۱۲ ٹیپو سلطان اور شیر

ہر انسان کو کوئی نہ کوئی جانور، لباس یا شخصیت بہت ہی پسند ہوتی ہے بلکہ وہ زمانہ حاضر کے مطابق وہ اس کا آئیڈیل ہوتا ہے اور اس کو بہت محبوب اور پسند جانتا ہے ۔اسی طرح ان دنوں اسلام کے مجاہدوں کی بھی اپنی اپنی پسند تھی یعنی:۔

حیدر علی جو کہ سلطان ٹیپو کا باپ تھا اس کو چیتا جو کہ جنگل کا خونخوار جانور ہے ۔وہ بہت پسند تھا اور اپنی زندگی میں جس طرح چیتا شکار پر جھپٹتا ہے اسی طرح اسلام کے دشمنوں کے لشکر پر حملہ آور ہوتا رہا اور دشمن کو شکار کرتا رہا۔ساری عمر حیدر علی نے اسی عمل میں زندگی گزار کر سفر آخرت اختیار کیا

اسی طرح حیدر علی کا بیٹا سلطان ٹیپو بھی ''شیر'' کو بہت پیار کرتا تھا۔اگر چہ باپ بیٹے کی اپنی اپنی پسند تھی ۔مگر دونوں جانور اپنی جگہ پر دلیری اور طاقت کے مظہر ہیں مگر شیر تو جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے اور وہ بہت طاقت ور جانور شمار ہوتا ہے اس کے سامنے کسی بھی جانور کو دم مارنے کی جرات نہیں ہوتی ۔مگر کسی جانور کو ناجائز تنگ نہیں کرتا اور نہ کسی جانور سے زیادتی ہی کرتا ہے شیر کی خوبیاں تو بہت ہوتی ہیں جن کا مختصر طور پر ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیر اپنا شکار خود کرتا ہے۔

۲۔ شیر کبھی اپنے سے کمزور جانور پر حملہ نہیں کرتا۔

۳۔ چھوٹے اور کمزور جانوروں کو کھلاتا ہے۔

سلطان ٹیپو شیر کو بہت پسند کرتا تھا اس نے :۔

’’شیر رکوا پنے محل میں رکھا۔

اس کا رنگ پسند کیا

شیر کے رنگ کے کپڑے سلوائے

شیر کا شکار شوق سے کرتا تھا۔‘‘

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ کسی فرانسیسی افسر کے ہمراہ جنگل میں شکار کی غرض سے گیا جب دونوں جنگل کے اندر چلے گئے تو اچانک سامنے سے شیر آ گیا ۔فرانسیسی افسر نے شیر پر فوراً بندوق تان لی اور شیر پر فائر کرنے کے لئے تیار ہو گیا مگر سلطان نے کہا کہ :۔

’’مت گھبرائیں !بندوق ہٹالیں اور شیر کو آگے آنے دیں ۔‘‘

یہ سنتے ہی فرانسیسی افسر نے بندوق ہٹالی اور شیر کی چمکیلی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔مگر شیر قریب آ گیا اور غراتے ہوئے سلطان پر حملہ آور ہونے ہی والا تھا کہ شہزادے نے اچھل کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ بھپرے ہوئے شیر کی چاروں ٹانگیں کٹ کر گر پڑیں اور شیر ایک مٹی کے ڈھیر کی مانند زمین پر آ گرا۔

فرانسیسی افسر سلطان ٹیپو کی اس قدر جرات اور بہادری کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے سلطان ٹیپو کی تعریف میں بہت کچھ کہا۔

سلطان کو شیروں سے اس قدر محبت اور رغبت تھی کہ محل میں بہت سے شیر پال رکھے تھے ۔شیر کا رنگ اس کو بہت پسند تھا سلطان کا محل اور مسجد کے گنبد شیر کے ہی

رنگ میں رنگے ہوئے تھے حتیٰ کہ سلطان کا تخت بھی شیر ہی کی صورت کا بنایا گیا تھا جس کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا سلطان نے شیر کی طرح کا ایک باجا بھی بنایا تھا جس کے منہ میں انگریز جکڑا ہوا تھا جب باجے کا منہ کھلتا تو شیر دھاڑتا اور انگریز چیخیں مارتا اس بات سے سلطان ٹیپو بہت خوش ہوتا تھا۔اس نے اپنے ہتھیاروں پر بھی

''اسد اللہ الغالب''یعنی اللہ کا شیر غالب ہے۔لکھوایا تھا کپڑا بھی بیری رنگ کا ایجاد کیا جس پر شیر کا رنگ اور دھاریاں تھیں وہ خود بھی یہی کپڑا پہنتا تھا

سلطان ٹیپو نے نہ صرف شیروں کو پسند ہی کیا اور اپنے ماحول میں شیروں کا رنگ ہی اپنایا بلکہ اپنے کردار واعمال سے بھی اپنے آپ کو شیر ثابت کیا اور اس نے اپنی زندگی میں شیروں جیسے کام کر دیکھائے جن کو آج تک دنیا یاد کرتی ہے یعنی میسور کی چوتھی جنگ جب انگریزوں نے چاروں طرف سے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو کہ غداروں کی وجہ سے تھا اور وہ ان غداروں کی وجہ سے سرنگاپٹم کے قلعے میں محصور ہو کر رہ گیا اور دشمن کے نرغے میں پھنس گیا تو ایک بہادر سپاہی کی طرح دشمن کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور شہید ہونے سے قبل جب وہ زخمی ہو کر گر پڑا تو ایک ملازم نے کہا:۔

''حضور اپنے آپ کو ظاہر کر کے اپنی جان بچا لیں''

تو ٹیپو سلطان نے اپنے ملازم کو غصے کی حالت میں گھورتے ہوئے کہا کہ:۔

''خاموش، پاگل ہو گئے ہو''

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ''گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی کہیں بہتر ہے۔''

دنیائے عالم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بہادر، نڈر شیر کی طرح لڑتا ہوا میدان جنگ میں گرجتا برستا رہا اور بہادری اور شجاعت سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک شیر سپاہی کی موت مرا۔ وہ میسور ہی کا شیر نہیں بلکہ پورے ہندوستان کا شیر تھا جو کہ تخت کو ٹھکرا کر شہادت کی موت پا گیا اور اپنے نام کو رہتی دنیا تک زندہ کر گیا۔

باب نمبر ۱۳ سلطان ٹیپو کا تخت

ہر حکمران اپنی بادشاہت کی انفرادی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی نمایاں امتیازی نشان رکھتا ہے ہر ملک میں مختلف قسم کے جھنڈے مختلف رنگوں میں نمایاں کیے جاتے ہیں کسی بھی ملک کا جھنڈا کسی دوسرے مل سے مشابہت یا مماثلت نہیں رکھتا اور ہر ملک اپنے اس جھنڈے کے انگ اور اطوار پر فخر کرتا ہے اور سب سے اعلیٰ اور ارفع سمجھتا ہے

اسی طرح زمانہ قدیم میں بادشاہ و شہنشاہ اپنے تخت و تاج کی شان کو نمایاں کرتے تھے اور اس کی عزت و ناموس پر جان دیتے تھے تو سلطان ٹیپو کے تخت کی بھی ایسی ہی حالت تھی جس کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے تا کہ قارئین کو اس امر کا بھی علم ہو کہ شیر میسور صرف شیروں کو پسند ہی نہ کرتا تھا اور نہ ہی صرف اس نے شیر کی شکل کا تخت ہی بنوایا تھا بلکہ وہ مرد مجاہد جس نے شیروں کی طرح لڑتے ہوئے دشمن کے خلاف اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ اس کا تخت کس قدر عظمت اور شان و شوکت کا حامل ہو گا۔ آیئے سلطان ٹیپو کے تخت کا تذکرہ کریں

ٹیپو سلطان کو دھاڑ واڑ کے قلعے کو فتح کے بعد قدرے فرصت نصیب ہوئی تو سلطان نے اپنے دار السطنت میں پہنچ کر ملک و فوج کے لئے چند امور سرانجام دیے جن میں مسجد اعلیٰ کی تکمیل تھی جو کہ دو سال قبل زیر تعمیر تھی اس مسجد پر کاف رقم خرچ کی گئی اس کے علاوہ سلطان نے اپنے انتظامی حالات میں بہتری لانے کے لئے چند

اصلاحی احکامات بھی جاری کیے

سلطان نے دوسو صرف سے سونے کا ایک تخت بنوایا ۔جسے نہایت قیمتی جواہرات سے مرصع کیا گیا تھا۔اس تخت کی شکل یہ تھی کہ شیر کی پشت پر رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا اور تخت کے چتر کی قلفی پر ''ہما'' سایہ کیے ہوا تھا یہ تخت آج کل ونڈ بر کیسل انگلستان میں رکھا ہوا ہے۔جہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ ٹیپو سلطان نے انگریز اور فرانسیسی صناعوں کو دارالسلطنت میں جمع کر کے اسلحہ سازی اور دوسری صنعتوں کے چار عالیشان کارخانے بنوائے اوران پر نامی کاریگر مامور کیے اس زمانے میں سلطان نے اپنا سکہ بھی جاری کیا جس کا نام سلطان نے ''امامی'' رکھا تھا۔

سلطان اپنے وقت کا مجاہد اور مصلح حکمران تھا۔جس پر آج بھی ہر طبقہ فکر کرتا ہے

باب نمبر ۱۴ سلطان ٹیپو کے غداروں کا حشر

غدار کسی بھی قوم و ملک کے دشمن ہوتے اور اگر کسی قوم میں مخلص لوگوں کی بجائے غدار برسر اقتدار آ جائیں تو اس قوم کو مٹانے کے لئے بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں ہوتی غدار قوم کے وقار کو گھن کی طرح چاٹ لیتے ہیں۔ وہ قوم خود بخود ہی ختم ہو جاتی ہے جن میں غدار موجود ہوں اور بڑے افسوس سے ضبط تحریر میں لانا پڑتا ہے کہ سلطان ٹیپو جہاں خداداد صلاحیتوں کے ساتھ سلطنت کا حکمران تھا وہاں وہ دوستوں کے اعتبار سے بڑا ہی بدنصیب تھا۔ یہ بھی اس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ غدار دوستوں کے باوجود وہ اپنی سلطنت کو سنبھالنے میں کامیاب رہا اور آخری دم تک اسلام کی خاطر دلیری، بہادری، اور جواں مردی سے دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ مگر غداروں نے بھی اپنی غداری کی وجہ سے رہتی دنیا تک اپنی غداری کا سامان اکٹھا کر لیا سلطان کے اپنے بہترین دوست انگریزوں سے خفیہ طور پر جا ملے تھے اور سلطان کے خفیہ راز ان کو چوری چھپے بتایا کرتے تھے غدار دوستوں کا مقصد صرف چند ٹکوں کی وصولی تھا اور انگریز ایسے اشخاص ک ہر وقت خریدنے کے لئے تیار رہتا تھا ایسے ضمیر فروشوں نے اپنے ضمیر کی قیمت وصول کر کے قوم اور ملک کو بے بہا نقصان پہنچایا۔ جن کی تلافی آئندہ نسلیں بھی نہ کر سکیں اور وہ آج تک اپنے چہروں کی سیاہی صاف نہیں کروا سکے۔

غدار ہر زمانے میں رہیں ہیں مگر ان کی نوعیت ذرا مختلف ہوتی تھی سلطان ٹیپو

کے دور کے غدار تو سلطان کے خصوصی طور پر اعلیٰ عہدیداران تھے جو سلطان کے خلاف ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے ضمیر کی بولی لگوا دی تھی غدار تو آج کی تاریخ میں بھی بہت سے ہیں مگر ان کی نوعیت مختلف قسم کی ہے

سلطان ٹیپو کے غدی تفصیل تو طویل بتائی گئی ہے مگر ان میں نمایاں حیثیت کے مالک غدار درج ذیل ہیں۔ جن کا سلطان ٹیپو کی حکومت میں اہم کردار تھا اور انھوں نے سلطان کے ان احسانات کو فراموش کر کے اپنی ضمیر فروشی کا ثبوت دیا۔

غداروں کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ میر صادق۔

۲۔ پورنیا۔

۳۔ میر قاسم

۴۔ میر معین الدین۔

۵۔ میر قمر الدین۔

۶۔ بدر الزماں کاں نائطہ۔

۷۔ میر غلام علی لنگڑا۔

۸۔ کشن راؤ۔

غداروں کے ناموں کا تجزیہ کیا جائے تو ان میں زیادہ تر مسلمان ہی نظر آتے ہیں جو کہ زیادہ تاسف اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان مسلمان کے خلاف غداری کا تمغہ حاصل کر رہا ہے جب کہ غیر مسلم اپنے غیر مسلم کا وفادار اور مخلص ہے اور

مسلمانوں کی اخلاقی اور کرداری حالت کس قدر ماضی میں بھی افسوس ناک تھی اور آج بھی حالت ویسی ہی نظر آتی ہے تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ بیشتر غدار مسلمانوں میں پائے گئے ہیں یہ بھی ایک المیہ اور ایک لمحہ فکر ہے کہ مسلمان ہی اس قدر کیوں غدار اور لالچی واقع ہو رہے ہیں؟ محض چند سنہری سکوں اور جاگیروں کی خاطر اپنے ضمیر کو فروخت کرتے ہیں ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور بلند و بالا شان کے مالک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ تک پیش کر دیا حالانکہ ان کو بھی ایسی عارضی بادشاہت یا سنہری ٹکے مل سکتے ہیں۔ شائد انسانوں کے ضمیر میں فرق ہوتا ہے تا کہ قارئین کے سامنے ان کے کرتوت واضح ہو جائیں۔

ا۔ میر صادق (چیف سیکرٹری)

میر صادق ارکاٹ کا رہنے والا تھا اور سلطان ٹیپو کے والد حیدر علی کے زمانے میں کوتوال کے عہدے پر ملازم ہوتا تھا پھر ترقی کرتے کرتے ارکاٹ کا ناظم مقرر ہوا اور ٹیپو سلطان کے دور میں وزیر بن گیا بعض نے سلطان ٹیپو کے دور میں چیف سیکرٹری کے عہدے پر پہنچا لکھا ہے (واللہ اعلم)

اس شخص کو اس کی کئی بری حرکات کی وجہ سے ملازمت سے معزول بھی کیا گیا مگر پھر رحم دل سلطان نے اسے معاف کر کے دوبارہ بحال کر دیا۔ مگر اس کو سلطان نے تو معاف کر دیا مگر اس کے دل میں سلطان کے خلاف کدورت باقی رہی اور سا

کدورت کی وجہ سے سلطان سے انتقام لینے کی غرض سے سلطان کے خلاف انگریزوں سے میل جول رکھا تو انگریزوں نے اس کے ضمیر کو جانچ لیا اور اس کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا یہ شخص ملازمت تو سلطان کے دربار میں کرتا تھا مگر دلی طور پر انگریزوں کا ساتھ دیتا تھا اس کی وجہ سے سلطان کی تمام اطلاعات حیدر آباد، ارکاٹ ،مدراس اور کلکتہ تک انگریزوں کے پاس پہنچ جاتی تھیں اور سب سے اہم اور برتری کارگزاری کا واقعہ اس نے سرنگا پٹم کے محاصرے کے دور میں کیا کہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم کے قلعے میں انگریزوں کو سلطان کی موجودگی کے بارے میں بتایا گیا۔جس سے انگریزوں نے قلعے پر بڑی شدت سے حملہ کر دیا اور میر صادق سے ہوشیاری اور غداری سے قلعے کا دروازہ بھی بند کروا دیا کہ ایسا نہ ہو کہ سلطان قلعے سے باہر نکل جائے اور میری اطلاع غلط ثابت نہ ہو اور انگریز بھی نا کام نہ ہوں انگریزوں نے فصیل پر چڑھ کر قلعہ کے اندر آ کر شدت سے حملہ کیا اور سلطان نے کوب دلیرانہ انداز میں مقابلہ کیا اور اس دروازے کی طرف گیا یہ دروازہ بند پا کر واپس لوٹا اور دشمن کے ستھ لرتا ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گیا سلطان سلطان ٹیپو نے تو شہادت حاصل کر لی اور تا حیات کائنات اپنے نام کو روشن کر دیا مگر میر صادق غداری کی حالت ہی میں کتے کی موت مر گیا اس کی موت کا واقعہ بھی یوں بیان کیا گیا ہے۔

جب سلطان اپنے جانباز سپاہیوں کے ساتھ فصیل کے اس طرف گیا جہاں دشمن گولہ باری کر رہا تھا تو نمک حرام میر صادق نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور فصیل کے اوپر چڑھ کر انگریزی فوج کو حملہ کرنے کا اشارہ کر کے قلعہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا

۔مگر بد بخت کی ازل آ چکی تھی تو اچانک ایک سلطان ٹیپو کے سپاہی احمد خان نے اس کو یہ حرکات کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس وفادار اور مخلص سپاہی نے اس کو ایسی حرکات کے ساتھ دیکھ کر خوب چلایا اور کہا کہ :۔

''اے غدار! آقا کو اس مصیبت میں چھوڑ کر کہاں چلا جا رہا ہے۔''

اور پھر جوش وغضب میں تلوار کا ایک وار کر کے میر صادق کا سر تن سے جدا کر دیا اور کئی دن تک اس حالت میں اس کی لاش پڑی رہی اور چار دن کے بعد لاش کو تلاش کر کے بغیر کفن کے اسی حالت میں اسی جگہ گاڑ دی گئی تا کہ لوگوں میں غدار کی لاش نمایاں نظر آئے اور آج تک لوگ اس کو دیکھ کر توبہ توبہ کرتے ہوئے تھوکتے ہیں اور ی لوگوں کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا یہاں اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق واضح ہوتی ہے کیونکہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

وَتعزمن انتشاء وتذل من تشاءُ۔

ترجمہ: اللہ جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے۔

اب یہاں سلطان کو اس کے اعمال کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تا حیات کائنات میں عزت واکرام سے نوازا اور اس کے برعکس میر سادق کو ذلت دی جب کہ دونوں ایک ہی دربار کے حاکم ومحکوم تھے دونوں مسلمان کہلاتے تھے ایک ان میں اپنی قوم و ملک کا مخلص تھا تو دوسرا اپنے آقا کا نمک حرام ثابت ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کے مطابق اجر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قرآنی آیات کو سچ کر دکھایا کہ:

لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ،

ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق ہ بدلہ دیا جائے گا۔ کسی پر زیادتی نہیں ہو گی تو اللہ تعالیٰ نے میر صادق کو اس کی بداعمالیوں اور غداری کی وجہ سے اس کو ذلت دی اور سلطان ٹیپو کو تا حیات کائنات عزت فرمایا ہذا قوم کے غدار لوگوں کو اور پیٹ کے پرستاروں کو نصیحت لینی چاہیے۔ یہ دنیا تو عارضی ہے آخری دنیا طویل اور لمبی ہے۔

۲۔ ''پورنیا''

یہ غدار غیر مسلم تھا اس کے باپ کا نام کرشنا چاری اور اس کی ماں کا نام لکشمی اما تھا اور وہ ضلع ترچنا پلی کے رہنے والے تھے وہ حیدر علی کے عہد میں ملازمت میں بھرتی ہوا تھا اور ٹرانسپورٹ کے شعبے میں اعلیٰ افسر مقرر کیا گیا اس کے بعد مالیات کے محکمہ میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ بڑا ہوشیار اور ذہین آدمی تھا اس کے بعد دیوان کے شعبے تک جا پہنچا اس کی چالاکی اور ہونہاری کی تعریف کرنی چاہیے اور آخری وقت تک اس کی غداری کا کسی کو علم نہ ہو سکا اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ سلطنت کے تمام محکموں پر اس کا اقتدار تھا بلکہ یہ غداروں کا سرغنہ تھا اور ہر سازش میں شریک ہو کر ان کی رہنمائی کرتا تھا تمام غدار اس کے اشارے پر چلتے تھے۔ یہی وہ غدارِ وطن تھا جس نے عین لڑائی کے موقع پر جب گھمسان کی لڑائی جاری تھی تو اس نے سرنگا پٹم میں لڑائی کے دوران فوجیوں کو تنخواہیں تقسیم کرنے کے لئے بلایا اور محاذ خالی ہو گیا تا کہ دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع مل سکے اور اس طرح انگریزی فوج کو قلعے پر چڑھنے کی سہولت بہم پہنچائی۔ وہ ترمل راؤ اور کشن راؤ کے ذریعے تمام سلطان ٹیپو کی سلطنت کی

اطلاعات لارڈ کارنولس کو پہنچاتا تھا۔جن کی بناء پر وہ سلطنت خداداد میسور کے زوال کے لیے منصوبہ بندی کرتے تھے اور میسور کی تیسری اور چوتھی جنگیں انہی وجوہات کی وجہ سے عمل میں آئیں ۔یعنی میسور کی تیسری اور چوتھی جنگیں پورنیا کی سازشوں کا نتیجہ تھیں ۔

جب سلطان جنرل سٹوارٹ کو روکنے کے لئے سدا میر تک پہنچا اور دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا تو اسے جب علم ہوا کہ برطانوی فوج سلطنت خداداد میسور کی دوسری جانب دباؤ ڈال رہی ہے تو وہ اس طرف کے حملہ کو روکنے کے لیے اس حملہ کو ادھورا چھوڑ کر واپس لوٹ آیا جس کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ انگریزی فوجیں جو کہ جنرل سٹوارٹ کے ساتھ تھیں وہ بلا روک ٹوک سرنگا پٹم کی طرف بڑھتی چلی آئیں ۔کیونکہ پورنیا سلطان سے غداری کررہے تھے اور انگریزوں کو سلطان کی پوری نقل و حرکت کی معلومات دے رہے تھے جو کہ جنگی معاملات میں بڑا اہم کردار ادا کرتیں ہیں جن کا مقصد یہ تھا کہ سلطان کی افواج انگریزوں کے توپ خانے کی زد میں آ جائیں اور ہلاک ہوجائیں ۔ان کی غداری کی وجہ سے انگریزی افواج بالکل مطمئن تھیں کہ انھیں سلطان کی افواج اور خود ان کی نقل وحرکت کی پوری تفصیل گھر بیٹھے کیمپ میں مقیم ہی مل رہی تھیں کیونکہ ایسی حالت میں معلومات کا حاصل ہونا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے کیونکہ دونوں طرف حساس حالت ہوتی ہے اور دونوں افواج ایک دوسرے پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں ان غداروں کی معلومات کی مدد سے انگریز رفتہ رفتہ سرنگاپٹم کے چاروں اطراف میں ضروری اور اہم مقامات پر قابض ہوتے جارہے

تھے سلطان کو ان غداروں کی غداری کا علم تو ہو گیا تھا مگر اب حالت ایسی تھی کہ سلطان بھی مجبور تھا اور دوسرے سب سے بڑی سلطان کی کمزوری یہ تھی کہ وہ بڑا ہی رحم دل انسان تھا اور یہی اس کی اعلیٰ ظرفی کی خوبی اس موقع پر خامی شمار ہوئی ۔ورنہ اگر س وقت بھی ان کو گولی ماردی جاتی تو شاید زیادہ نقصان نہ ہوتا کیونکہ اس وقت کود سلطان نے فرانسیسی افسروں سے کہا کہ:۔

''موجودہ حالات کو تم دیکھ رہے ہو کوئی قابل اعتماد بات باقی نہیں رہی ۔''

سلطان کی نظر ان غداروں کے اعمال پر تھی یہ غدار مظاہرہ کر رہے تھے کہ پورنیا اور میر صادق دونوں کی رائے ایک تھی کیونکہ سلطان نے غداروں کی باتیں فرانسیسی افسران نے کی اور اس کے بعد میر صادق سے ان کی رائے دریافت کی تو میر صادق نے سلطان کو اپنی مکارانہ وفاداری کا تعین دیلاتے ہوئے کہا کہ:۔

''فرانسیسی اور انگریز ایک ہی ہیں جونہی آپ نے قلعہ کے باہر قدم رکھا تو یہ انگریزوں کو فوراً خبر کر دیں گے ۔''

اس بات کی تائید نمک حرام اور غدار پورنیا نے کر دی ۔مبادا سلطان فرانسیسی افسروں کی باتوں پر یقین کرے اور ہماری باتوں پر یقین نہ کرے اس کے بعد سلطان نے صلح کی جو کوشش کی وہ بھی ان غداروں کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکیا ور سلطان نے ذلت آمیز شرائط کو تسلیم کرنے کی بجائے جان کا نذرانہ پیش کرنے کو ترجیح دی آخر کار وہ دشمن کے خلاف لڑتا ہوا تاریخ میں اپنا نا سنہری حروف سے لکھوا کر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔سلطان نے جس قدر بھی ان غداروں کے ساتھ نرمی

سے کام لیا ان کے عہدے اور مراعات بڑھاتے گئے مگر وہ اپنی بری حرکات اور ملک دشمن حرکات سے باز نہ آئے ان غداروں کو صرف سلطان ہی جانتا تھا بلکہ ان کے والد حیدر علی بھی خوب سمجھ چکے تھے وہ سلطنت کے حکمران زیرک خیالات کے مالک تھے نواب حیدر علی نے سلطان ٹیپو کو لکھا تھا کہ:۔

''میرے بعد پورنیا ،میر صادق ،اور میر غلام علی لنگڑہ کو قتل کر دینا کیونکہ ان کی نیتوں میں فتور ہے۔''

مگر رحم دل سلطان نے باپ کی اس نصیحت پر عمل نہ کیا اور ان کے ساتھ نرمی ہی کرتا رہا جس کا نقصان ٹیپو کو بھی اور اس کی سلطنت خداداد کو بھی ہوا۔

۳۔میر قاسم علی

میر قاسم حیدر آباد کی سرحد کے قریب کے رہنے والے تھے۔اس کے والد کا نام سید نور الدین تھا اور اس نے حیدر علی کے دور میں ملازمت اختیار کی تھی اور اس کے بعد سلطان ٹیپو کے دور میں بھی ملازمت کرتا رہا اور سلطان کو اس پر بہت اعتماد تھا کئی مرتبہ سلطان نے اسے انعامات فاخرہ سے بھی نوازا تھا۔وہ ترقی کرتے کرتے سرنگا پٹم کے قلعے کا افسر بن گیا۔قلعہ کے تمام امور کی ذمہ داری میر قاسم علی پر تھی مگر میر قاسم علی چونکہ منافق طبع انسان تھا،اس لیے وہ نمک حراموں کی فہرست میں شامل ہو گیا۔اس کی مخالفت کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے کہ:۔

''ایک مرتبہ وہ رخصت لے کر اپنے وطن حیدر آباد جا رہا تھا تو یہ

صادق اور پورنیا نے سلطان کو شکایت کر دی کہ وہ درکاری مال چرا کر گھر لے جا رہا ہے تو سلطان کے کہنے پر اس کے سامان کی تلاشی لی گئی اور کوئی اس سے مال بر آمد نہ ہوا۔اس لیے وہ سلطان کو نیچا دکھانے کے لیے تراکیب سوچنے لگا اور سلطان کے خلاف ہو گیا۔تو جب جنگ زوروں پر تھی تو اس نمک حرام نے سلطان سے رخصت حاصل کر کے حیدر آباد جانے کی بجائے انگریزوں سے جاملا اور انگریزی فوجوں کو قلعہ میں نہایت موزوں جگہ پر لا کھڑا کیا۔اس بارے میں جنرل میڈوز نے لکھا ہے کہ:۔

''قلعے کا یہ کمزورترین پہلو تھا۔انگریز سپہ سالاروں کو اس شخص نے اس کمزور پہلو سے مطلع کیا وہ یہی میر قاسم علی تھا۔دوپہر کے وقت جب حملہ کی تیاریاں مکمل ہوئیں تو جنرل بیرڈ خندقوں سے فوج لے کر نکلا اور دریا پار کر کے فصیل پر چڑھ گیا۔اس کی رہنمائی کے لیے ایک شخص اس کے آگے آگے تھا وہ شخص میر قاسم علی تھا جو قلعے کی فصیل پر پہلے چڑھا تھا اور جنرل بیرڈ اس کے بعد فصیل پر چڑھا تھا۔کیونکہ وہ قلعے کا افسر تھا وہ قلعے کی حالت کو سمجھتا تھا اس نے انگریزوں کو مطلع کر دیا تھا کہ کہاں سے حملہ کامیاب ہو سکتا ہے۔''

اس کے علاوہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو آخری لڑائی میں سب سے پہلے قلعہ کی فصیل پر چڑھنے والا یہی شخص تھا۔جس نے اپنے نمک حرام ہونے کا ثبوت دیا اور اپنے

محسن آقا کو دشمنوں کے نرغے میں دے دیا اور خود چند سکوں کی خاطر تا حیات کائنات میں لعنت خرید لی ۔

غدار کسی بھی سلطنت کے ہوں ان کی حالت دیمک کی سی ہوتی ہے ظاہراً وہ بڑے مسکین اور خوشامدی ہوتے ہیں مگر اندر اندر سے دیمک ہی کی طرح اپنے عناد سے ملک کے وقار کو چاٹتے چلے جاتے ہیں ۔

۴۔ میر معین الدین

میر معین الدین سید طبقے سے تعلق رکھتا تھا اگر چہ سید ہونے کے ناطے سے وہ بڑا ہی اعلیٰ اور شریف النفس انسان کہلانے کا مستحق تھا مگر اپنی بداعمالی ، بدکرداری اور خصلوں کی وجہ سے رسوائے زمانہ ہوا۔

میر معین الدین سلطان ٹیپو کا ماموں بھی تھا اس کی بیٹی کی شادی سلطان ٹیپو سے ہو چکی تھی اور میر معین الدین شروع سے حیدر علی کے دور حکومت میں فوج میں بھرتی ہوا تھا اور اپنی ذہانت کی وجہ سے ترقی کرتا ہوا فوج کا سپاہ سالار بن گیا تھا۔اس نے حیدر علی کے ساتھ بھی غداری کی جس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ:۔

''وہ گرم کنڈہ کی جاگیر حاصل کرنا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے حیدر علی سے غداری کی اور اس مقصد کو پانے کے لیے وہ مرہٹوں سے جا ملا اور ساز باز کر کے جاگیر اپنے نام کروالی ۔جب حیدر علی نے مرہٹوں سے جنگ کر کے فتح حاصل کر لی تو اس نے میر معین الدین کو معاف کر دیا ۔اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ

دونوں باپ بیٹے میں رحم دلی کی خوبی مشترک تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے اور اپنے دشمنوں کو اپنے دربار میں پالتے رہتے تھے جن کی وجہ سے وہ اپنی سلطنت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔''

میسور کی تیسری لڑائی میں میر معین الدین سلطان ٹیپو کے ساتھ وفادار اور مخلص رہا مگر میسور کی چوتھی لڑائی اس نے کنڈہ کی جاگیر حاصل کرنے کے لیے پھر سلطان ٹیپو سے غداری کا مظاہرہ کیا اور اب مرہٹوں کی بجائے انگریزوں سے جاملا اور اس جاگیر کو حاصل کرنے کے لیے پھر سلطان سے غداری کا مظاہرہ کیا اور اب مرہٹوں کی بجائے انگریزوں سے جاملا اور اس جاگیر کو حاصل کرنے کے لالچ میں جنگ لڑتا مارا گیا اور جاگیر کو حاصل نہ کر سکا۔ میر معینالدین کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ سلطان ٹیپو کی شہادت کے دن ہی خندق میں افراتفری کی حالت میں گر کر مر گیا اور دنیا پر واضح کر گیا کہ انسان کو لالچ نہیں کرنا چاہیے لالچ ہمیشہ انسان کو رسوا اور ذلیل ہی کرتا ہے۔

۵۔ میر قمر الدین

میر قمر الدین اور میر معین الدین دونوں بھائی تھے اور سلطان کے سوتیلے ماموں بھی تھے وہ بڑا حاسد شخص تھا اور سلطنت پر قبضہ بھی کرنا چاہتا تھا اس کی حسد کی یہ واضح مثال تھی کہ وہ دربان میں سلطان کے برادر نسبتی برہان الدین کی عزت داری کو برداشت نہ کرتا تھا اور وہ ہمیشہ جلتا اور کڑھتا رہتا تھا کہ اس کا مرتبہ بڑا کر قمر الدین

کے برابر کردیا گیا ہے حالانکہ دونوں برابر کے سپہ سالاری کے عہدوں پر مامور تھے مگر قمر الدین برہان الدین سے حسد کرتا تھا وہ بڑا لالچی بھی تھا میر معین الدین اور میر قمر الدین سلطان سے غداری کرتے تھے میر معین الدین کی طرح وہ بھی گرم کنڈہ کی جاگیر کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور انگریز چونکہ بڑا مکار اور عیار تھا اس نے الگ الگ دونوں کو ہڈی ڈال رکھی تھی دونوں سے وعدے کر رکھے تھے میر معین الدین تو سلطان کے دن ہ افراتفری میں خندق میں گر کر مر گیا تھا اور ہ جاگیر میر قمر الدین کے ہاتھ آ گئی میر قمر الدین اس قدر نمک حرام اور غدار تھا کہ جب انگریزوں کی افواج جنرل سٹوارٹ کی سرکردگی میں مدارس کی جانب سے حملہ آور ہوئی تو ج سلطان کو اس حملے کا علم ہوا تو وہ جنرل اسٹوارٹ کو روکنے کے لئے خود فوج لے کر آگے بڑھا اور سدا میر تک آیا۔دشمن کے ساتھ چھڑ پیں لیتا ہوا بڑھ رہا تھا تو اسے معلوم ہوا کہ برطانوی فوج سلطنت میسور کے دوسری جانب سے بھی دباؤ بڑھا رہی ہے تو وہ اس حملہ کو غیر ضروری سمجھ کر سرنگا پٹم واپس چلا آیا۔اور سلطان نے میر قمر الدین کو حکم دیا کہ وہ کورگ کی طرف سے جنرل اسٹوارٹ کی فوج کو سرنگا پٹم آنے سے روکے مگر وہ نمک حرام شخص سلطان کے حکم پر عمل کرنے کی بجائے وہ خلو دجا کر انگریزوں سے مل گیا اور ان کو سلطان کے راز بتلا دیے اور وہ خود انگریزی فوج کے پیچھے رہ کر خیمہ زن رہا اور جب سرنگا پٹم فتح ہو گیا تو اس نے انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی۔

میسور کی چوتھی جنگ کے بعد اس نے سلطان شہید کے شہزادے فتح حیدر کو جو کہ انگریز کے خلاف محاذ کھولے ہوئے تھا ورغلا کر لایا اور اسے یقین دلایا کہ میسور کا

راج اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور شہزادہ بھی دھوکے میں آ گیا اور مات کھا گیا ۔غداری کے انعام میں میر قمر الدین کو گرم کنڈہ کی جاگیر انگریزوں نے دی اور ساری زندگی غداری کی رسوائی کی زندگی گزارتا رہا۔ اپنے سلطان سے غداری کرنے کے الزام میں جاگیر تو مل گئی مگر انگریزوں کے ہاں کوئی عزت حاصل نہ ہو سکی بلکہ وہ ذلیل وخوار ہی اور آخر کار مر گیا۔

میر قمر الدین حیدر علی کے خلاف بھی تھا اور غداری کرتا رہا۔ ایک دفعہ حیدر علی کی موت کی افواہ اڑائی گئی تو میر قمر الدین جو اس وقت کسی اور جگہ پر تھا فوج لے کر سرنگا پٹم آ گیا تا کہ وہ خود تخت حاصل کرے اس کے بیٹے سلطان ٹیپو کو نہ دیا جائے ۔سلطان نے اس کی اطلاع پا کر دونوں بھائیوں نے گرم کنڈہ کی جاگیر لکھوالی اور وعیدہ کیا کہ وہ سلطان کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کریں گے

۶۔ بدرالزمان خان نائطہ

بدرالزمان خان نائطہ نے سرنگا پٹم آ کر حیدر علی کی ملازمت اختیار کی ۔یہ اپنے آپ کو اعلیٰ نسب خیال کرتے تھے اور ان کو اپنے حسب ونسب پر بڑا تکبر تھا ۔ان کے ہاں اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاپ اور گفتگو کرنے کے آداب کا خاص خیال رکھا جاتا تھا حیدر علی کے دربار میں آ کر انھوں نے بد دلی پھیلائی ۔بدالزمان اور اہل نائطہ سلطان سے ناراض تھے اور ناراضگی کی وجہ بھی واضح تھی سلطان نے بدالزمان کی بیٹی کی شادی اپنے برادر نسبتی سے کر دی تھی اور اہل نائطہ نے سلطان کے عمل کو ناپسند

کیا اور اس کی وجہ سے وہ ناراض ہو گئے اور سلطان کے دشمن بن گئے۔ بدالزمان کی لڑکی نے بھی اسے برا سمجھا اور اپنی توہین جانتے ہوئے لڑکی نے بھی خودکشی کر لی ۔میر صادق نے سلطان سے شکایت کی کہ بدرالزمان سلطنت کا خیر خواہ نہیں ہے بلکہ سلطنت خداداد کے خلاف باتیں کرتا ہے تو سلطان نے اس کو دربار میں طلب کر کے دریافت کیا اور اس کے بعد بدرالزمان کو نظر بند کر دیا گیا۔ مگر چونکہ سلطان ضرورت سے زیادہ رحم دل اور انسان دوست شخص تھے اس نے اس کو معاف کر دیا مگر اس بد طینت اور نمک حرام شخص نے بجائے اس کے کہ وہ سلطان کا شکریہ ادا کرتا اس نے ذاتی رنجش کی وجہ سے سلطنت خداداد کو مٹانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

میسوور کی چوتھی لڑائی میں جب سلطان نے سرنگا پٹم سے نکل کر چتل درگ جانا چاہا تو بدرالزمان نے انھیں وہاں جانے سے روک دیا تھا اور بدرالزمان نے کہا کہ:۔

"جہاں پناہ! جونہی آپ قلعے سے باہر تشریف لے جائیں گے تو سلطانی جان بازوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور سب راہ فرار اختیار کر لیں گے۔ مصلحت اسی میں ہے کہ آپ وہاں نہ جائیں۔"

سلطان نے نہایت حیرت سے بدرالزمان کی طرف دیکھا اور ایک آہ بھر کر یہ کہا:۔

"رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ"

اور سلطان نے باندھا ہوا سامان رکھ دیا اور قلعے سے باہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اصل مین سلطان کو بالکل یہ معلوم ہو چکا تھا کہ سب در پردہ انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں چنانچہ حرم سرا کے اردگرد

ایک خندق کھدوادی گئی اوراس کے اندر بارود بھرادیا گیا تاکہ اگر انگریز اندر آجائیں تو ناموس کی حفاظت کے لیے حرم سرا کو آگ لگا دی جائے۔

اس وجہ سے میسور والے سلطنت میسور کی تباہی کا ذمہ دار اہل نائطہ کو ٹھہراتے ہیں کیونکہ انگریزی افواج سرنگاپٹم کے قلعے کی فصیل تک آچکی تھیں اور سلطان کی واپسی کا دروازہ بند کردیا گیا تھا اس لئے سلطان جنگ کرتا ہوا شہید ہوا اور اہل نائطہ کو انگریزوں نے جاگیریں اور پینشنیں دیں جو کہ ان کی سلطنت خداداد کے ساتھ غداری کرنے کا معاوضہ تھا۔

یہ بھی امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ سلطان ٹیپو کے دربار کے غداروں کو کسی نہ کسی طرح سلطان کی شہادت کے بعد یا اس دن ماردیا گیا اور ان کو فوری طور پر اپنی ذلیل حرکات کا صلہ مل گیا کیونکہ غداروں نے دنیا کی وقتی خوشیوں اور آسائشوں کی خاطر نہ صرف اپنے اک محسن اپنے عزیز وطن سے بھی غداری کر کے آخرت کا ابدی عذاب خریدا۔ بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی عبرت کا باعث بنے اور آئندہ نسلیں ان لوگوں پر لعنت بھیجتی رہیں گیں اور ٹیپو سلطان نے جس مقصد کے لئے جان دی تھی یہ غداران وطن اسے بالکل حاصل نہ کرسکے

یہ واضح رہے کہ اپنوں کی معمولی سی غداری وہ کام کرتی ہے جو دشمن کی بڑی سے بڑی قوت نہیں کرسکتی غداری کہیں بھی ہو چھوٹی سطح کی ہو یا بڑی طرز کی کسی رنگ کی ہو۔تاریک کے اعتبار سے ایک حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کی پوری تاریخ

غداروں کی داستان ہے ۔علامہ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے

:

الاماں از روح جعفر الاماں
الاماں از جعفران ایں زماں
پناہ روح جعفر سے پناہ
پناہ اس زمانے کے جعفروں سے پناہ

٦۔ میر غلام علی لنگڑا

میر غلام علی لنگڑا حیدر علی کے دور حکومت میں ملازمت میں آیا تھا۔ وہ شروع سے ہی بڑا چالاک، عیار اور مکار شخص تھا۔ اس کی وجہ سے سلطان نے اس کو ترکی میں سفیر مقرر کیا۔ یہ بہت ہی تکبر پسند آدمی تھا۔ جب وہ ترکی کا سفیر مقرر رہا تو اس نمک حرام شخص نے ترکی میں انگریزوں کو سلطان کی حکومت کے تمام راز افشاں کر دیے اس کے بعد وہ واپس گیا سلطان نے جو تحائف و دیگر سامان ترکی کو بھجوائے تھے وہ بھی اپنے چھپا لیے اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو مال برآمد ہو گیا اور اس جرم میں اس کو نظر بند کر دیا گیا۔ مگر رحم دل سلطان نے بعد میں اسے معاف کر دیا مگر وہ سلطان کے ساتھ دشمنی رکھنے لگا اور منافقانہ انداز سے سلطان اور سلطنت خداداد کا دشمن بن گیا جو کہ اس کے نمک حرام ہونے کی سب سے بڑی نشانی تھی۔ کیونکہ سرکاری سامان چوری کرنے کی سزا میں نظر بند کیا گیا اور اس کے بعد رحم دل سلطان نے اسے معاف کر دیا تو اس کا حق سلطان کو محسن ماننے اور اس کا شکریہ ادا کرنے کا تھا۔ مگر نمک حرام سلطان اور اس کی حکومت / اقتدار کا دشمن بن گیا۔

چونکہ وہ بڑا مکار، اور عیار و چالاک شخص تھا اور سلطان ٹیپو کے دور میں ہی ترقی کرتا ہوا فوج کا ناظم اعلی بنا تھا اور اس کے بعد امر البحر اور وزارت کے عہدوں تک پہنچا تھا۔ اس کی حکموت کے تمام راز و نیاز سے واقف تھا اس نے سلطان کی خداداد سلطنت کے زوال میں بڑا اہم کردار ادا کیا سلطان کے ساتھ مکارانہ رویے اور

غداری کی وجہ سے انگریزوں کی امداد کرتا رہا اور سلطان سے انتقام لینے کی خاطر دشمنوں سے جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا تو انگریز نے سلطنت کے انتظامات کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ سلطنت میسور ''سلطنت خداداد'' کا بندوبست آیا ہندو راجا کے حوالے کیا جائے یا کہ سلطان ٹیپو کے شہزادوں کے سپرد کیا جائے؟ یہ بڑا اہم فیصلہ تھا اور اگر سلطان ٹیپو کے شہزادوں کے حوالے کیا جائے تو تب بھی کافی حد تک بہتر تھا۔ کسی وقت اسلام کی خاطر کام ہو سکتا تھا آہستہ آہستہ شہزادے زور پکڑ کر انگریزوں کے مقابلے میں آ سکتے تھے۔ مگر اس نمک حرام اور غدار شخص نے کہا کہ:۔

''سلطان کے شہزادوں کو سلطنت کا واپس کرنا گویا ایسا ہے جیسا کہ سانپ کو مار دیا اور اس کے بچے کو زندہ رکھنا یہ عقل مندی نہیں ہے۔ لہذا انگریز نے سلطنت میسور ہندو راجہ کے حوالے کر دیا جو کہ انگریز کے زیادہ مفاد کے نزدیک تھا اور میر غلام علی لنگڑا کافی عرصہ تک زندہ رہا اور انگریزوں سے وظیفہ لے کر کھاتا رہا اور سلطان کے شہزادوں کو جلاوطن کر دیا گیا تا کہ آئندہ ان کے ذہن میں تاج و تخت کا تصور بھی نہ آئے۔'']

لہذا شہزادوں کو ۱۸ جون ۱۷۹۹ء کو جلاوطن کر کے کلکتہ بھیج دیا گیا اور ان کو ذاتی اخراجات کے لئے سات لاکھ کے قریب وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ یہ ساری منصوبہ بندی میر غلام علی لنگڑا کے مشورے پر کی گئی اور سلطنت میسور کا تاج ایک ہندو پانچ سالہ بچے کو پہنا دیا گیا اور دوسرے غدار پورنیا کو دیوان مقرر کیا گیا۔

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ غدار کی کیفیت اور آگ کی حالت ایک جیسی ہی معلوم ہوتی ہے ۔میر غلام علی لنگڑا نے حکومت کی باگ ڈور ایک نابالغ پانچ سالہ بچے کو دینا پسند کر لی مگر اپنے مسلمان محسن شخص کے شہزادوں کو دینا پسند نہ کی ،خود ان کا غلام بن کر زندگی گزارتا رہا مگر اس بدبخت کو آزاد زندگی مسلمان کے زیر سایہ نصیب نہ ہوئی ۔

''الاماں الاماں''

۷۔ کشن راؤ

کشن راؤ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ہندو تھا اور حیدر علی کے دور حکومت سے ملازم چلا آ رہا تھا مگر اب سلطان ٹیپو کا قابل اعتماد اور مخلص وزیر تھا اس کو سلطان نے بنگلور کے قلعے میں مامور کر رکھا تھا مگر یہ بھی غدار تھا جو کہ غیر مذہب ہونے کی وجہ سے تھا ۔کشن راؤ سے یہ عمل ظاہر ہوا تو کوئی بھی بات نہ تھی کیونکہ وہ ہندو تھا اور اسلام کے خلاف تعصب رکھتا تھا ۔تو اسلام پرست لوگوں کے خلاف ضروری امر تھا مگر افسوس کا مقام تو ان کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے تھے ایک مذہب ،ایک خدا اور رسول اور ایک ہی سلطنت کے کارکن بھی تھے مگر پھر بھی اپنے محسن حاکم کے خلاف محض اس وجہ سے بغض حسد اور غداری کے جذبات رکھتے تھے کہ وہ ایک رحم دل اور منصف حکمران تھا ۔

کشن راؤ کو بنگلور میں مقرر کیا گیا تو وہ وہاں سے انگریزوں کو قلعہ کی خبریں

پہنچاتا تھا جس کی وجہ سے ان کو قلعہ میں داخل ہونے کا موقع مل گیا اور کئی مسلمان فوجی شہید ہو گئے۔ شہر میں لوٹ مار کئی دن تک جاری رہی۔ عورتوں کی عصمتیں لٹیں اور بے گناہ بچے ذبح کیے گئے۔ مگر سلطان کو پتہ نہ چل سکا اس نے کشن راؤ کو سرنگا پٹم آنے کا حکم دیا اور خود مالا بار کے محاذ پر انگریزی فوج سے مقابلے کے لیے چلا گیا۔ مگر محل کے اندر سے سلطان ٹیپو کی والدہ نے سلطان کو خط لکھا کہ:۔

''کشن راؤ نے قلعہ میں جاسوسی کی اور سلطنت کی خبریں انگریزوں کو پہنائیں اور انگریزوں کا لشکر سرنگا پٹم کی طرف آ رہا ہے۔''

تو سلطان نے اس خط کو پڑھ کر کشن راؤ کو بلا کر معلومات حاصل کیں اور حقیقت معلوم ہونے پر اس کو گھر سے بلوا کر سر قلم کرا دیا گیا۔ اور اس شخص کی لاش کو شہر کے اندر لٹکوا دیا گیا۔ مگر قتل ہونے سے پہلے کشن راؤ نے لوگوں سے کہا:۔

''میں نے جو آگ لگائی ہے وہ سلطان کے بجھانے سے نہیں بجھ سکے گی۔''

یہ بالکل روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ملک اپنے غداروں کے ہاتھوں تباہ ہو گیا اور سربراہ مملکت سلطان ٹیپو اپنا دفاع کرتے ہوئے اور دشمن کے خلاف جنگ کرتا شہید ہو گیا۔ مگر ان غدار اور نمک حرام اشخاص نے دنیا کی وقتی آسائشوں اور سہولیات کی خاطر نہ صرف اپنے ایک محسن اور اپنے عزیزی وطن سے بھی غداری کر کے آخرت کا ابدی عذاب خریدا بلکہ آنے والی نسلیں بھی ان پر لعنت برساتی رہیں گی۔

غدار اشخاص کو آنے والی نسلیں برے الفاظ سے یاد کرتی رہیں گیں اور تا حیات

کائنات ان کا نام تاریخ میں قابل نفرت اور حقیر شمار ہوگا۔

انسان بنیادی طور پر لالچی اور انتقام پرست ثابت ہوا ہے۔انسان تو انسان کا دشمن تو ہو سکتا ہے اور اس انسان سے انتقام بھی لینے پر تل جاتا ہے مگر انسان تو خدا کے احسانات بھی فراموش کرنے سے باز نہیں آتا۔مگر وہ انسان سے زیادہ متحمل اور بردباری کا ثبوت پیش کرتا ہے۔مگر انسان اپنی غلطیوں میں گھر کر رہ جاتا ہے جس کی سزا اس کو ملنی ضرور ہوتی ہے۔

میری دعا ہے کہ ہر قوم میں سے اللہ تعالی غداروں اور لٹیروں کا خاتمہ فرمائے۔(آمین)

باب نمبر ۱۵۔ سلطنت میسور کے زوال کے اسباب

یہ بھی ایک قابل غور امر ہے کہ سلطنت میسور جس کو حیدر علی نے سلطنت خداداد کا نام دیا تھا حیدر علی کے دور حکومت میں اور اس کے بعد اس کے مجاہد فرزند شہزادہ سلطان ٹیپو کے دور حکومت میں خوب پھلی پھولی۔ حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے ساری عمر مجاہدانہ زندگی گزاری دونوں اسلام کی خاطر انگریزوں سے لڑتے رہتے اور اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں ان کو آرام نصیب نہ ہوا۔ مگر انھوں نے اپنی قوم اور وطن سے غداری اور بے وفائی نہ کی اور سلطان ٹیپو نے دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہوئے جان تک قربان کر دی مگر اس نے اپنا سر دشمن کے آگے نہ جھکایا یعنی اس نے سر دے دیا مگر سر نہ جھکایا۔ یہ عظمت صرف اس مجاہد کو حاصل ہوئی۔ مگر اس قدر بہادر اور جانثار حکمران کے باوجود سلطنت کو زوال آنے کی کیا وجوہات تھیں کہ سلطنت جہاں اسلام کا نعرہ بلند ہوتا تھا۔ وہ ہندو نابالغ راجہ کے ہاتھوں میں چلی گئی اور قوم کے غدار اس کے دیوان مقرر ہوئے۔

ان خصوصی وجوہات کا ذیل میں مختصراً طور پر ذکر کیا جاتا ہے تا کہ قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو اور اس طرح قارئین کو اپنی زندگی میں اپلاح کرنے کا شاید کوئی اشارہ ملے یا دوسرے کسی کو اصلاح کی طرف مائل کر سکیں ان کی رہنمائی کریں ۔بحر حال میسور کی سلطنت کے زوال کی وجوہات خاصی اہمیت کی حامل ہیں ۔جن کا ذکر کرنا ضروری ہو گا۔

زوال کے اسباب

انگریز دور سے ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آیا تھا اور مغلیہ دور میں اس نے مدراس میں تجارتی کوٹھیاں بنانے کی حاکم وقت سے اجازت حاصل کر لی اس سلسلے میں انگریز بڑا سمجھ دار، مکار، اور عیار و چالاک ثابت ہوا کہ ہندوستان میں تاجر کی حیثیت سے آنے والے ہندوستان کے مالک بن بیٹھے۔انگریزوں نے ہندوستان کے عوام کی نفسیات کا مطالعہ کیا۔ان کے حالات و حکمرانی کا جائزہ لیا۔کاروبار پر جب وہ لوگ چھا گئے تو انھوں نے ان لوگوں پر حکمرانی کا ارادہ کرلیا۔یہ تو ان کو معلوم ہو گیا کہ ہندوستانی قوم میں غدار لوگ پائے جاتے ہیں تو جس قوم میں غدار پائے جائیں تو اس قوم کو مٹانے کے لئے بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں رہتی وہ اپنے ہی ہاتھوں تباہ و برباد ہو جاتی ہے ایسی ہی حالت ہندوستان میں تھی۔

نواب حیدر نے اپنی خداداد سلطنت اپنی صلاحیتوں کی بنا پر حاصل کی تھی اور وہ شخص بڑا ذو فہم اور زیرک طبع تھا۔اس نے دوست و دشمن کی پہچان سیکھ لی تھی۔وہ میدان جنگ میں ایسی چالیں چلتا تھا کہ دشمن حیران و پریشان ہو جاتا تھا اور اس نے محض اپنی بہادری، شجاعت، اور جنگی صلاحیتوں کی وجہ سے میسور کی قدیم سلطنت کو اس قدر وسیع کر دیا کہ اسی ہزار میل تک پھیل گئی۔اتنی وسعت کی سلطنت کسی اور حکومت کے پاس نہ تھی۔

مگر اس کے برعکس حیدر آباد دکن کے نظام اور مرہٹے حیدر علی کی اس قدر سلطنت میں وسعت کو دیکھ کر اور حیدر علی کی کاروائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے

بہت خائف تھے ۔ان پر بھی حملہ آور نہ ہو اور ان کی بادشاہت بھی ختم نہ کر دے تو چونکہ یہ حکمران اتنی صلاحیت اور جرات کے مالک نہ تھے کہ وہ اکیلے حیدر علی کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ان میں اس قدر صلاحیت ہی تھی کہ وہ حیدر علی سے مل کر ایک معاہدے کے تحت صلح کر لیں اور اپنے عہد و پیان کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں مگر ان کے ساتھ جو انگریز اپنا ہاتھ بڑھا رہا تھا وہ بڑا چالاک اور مکار تھا وہ روز ازل سے ہی مسلمانوں کا دشمن تھا وہ بھی ان کے بارے میں عداوت کے جذبات سے کڑھتا رہتا تھا یہ تمام مرہٹے اور نظام حیدر آباد انگریزوں کے ساتھ مل گئے اور انھوں نے آپس میں عہد و پیان لے کر سلطنت میسور کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا حیدر علی کی وفات تک تو ان کا بس نہ چل سکا۔ محض یہ مختلف جگہوں یعنی ریاستوں میں سازشیں اور بغاوتیں وغیرہ ہی کرواتے رہے تاکہ ان کو فرو کرنے میں سلطنت خداداد کے حکمران اپنی صلاحیتوں کو ختم کر دیں اور اپنے آپ کو کمزور کر دیں مگر جب حیدر علی کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے اقتدار سنبھالا تو یہ نظام مرہٹے انگریز کے ساتھ سلطان ٹیپو کے ساتھ لڑنے لگے ۔مگر اتحادی دشمن سلطان ٹیپو کا کچھ بگاڑ سکے اور اس مجاہد نے پہاڑ کی طرح ڈٹ کر اور طوفان کی طرح پھیل کر دشمن کا مقابلہ کیا اور ان کے ناک چنے چبوا دیے ۔چونکہ وہ سلطان کا مقابلہ نہ کر سکے مگر اپنی عیاری اور مکارانہ حرکتوں سے بھی باز نہ آئے انہوں نے ایک بڑی اہم اور کامیاب چال چلی وہ یہ کہ سلطان کے امراء، وزراء اور دیگر عملے کا اپنے قبضے میں لیا اور ان کو لالچ دیا۔ان سے سلطان کے بارے معلومات اور سلطنت خداداد

کے بارے میں اطلاعات حاصل کیں اور سلطان کے ضمیر فروش امراء اور ستے بک گئے وہ انگریز کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح چند ٹکوں کی خاطر ناچنے لگے اور اپنے محسن اور اپنے وطن کی جڑیں اکھاڑنے لگے۔ جس کے نتیجے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انگریز کے پاس معلومات بڑھتی چلی گئیں اور وہ تمام اتحادی مل کر اس کے خلاف منصوبہ بندی کرتے رہے آخر کار کر دشمن کی تمام چالیں مکمل ہو گئیں تو میسور کی چوتھی اہم جنگ رونما ہوئی۔ جس میں سلطان کے غدار امراء اور وزراء نے غداری میں اہم کردار ادا کیا۔ تو سلطان ٹیپو اللہ تعالیٰ کی مدد کے علاوہ کسی سے مدد بھی حاصل نہ کر دکا اور وہ اکیلا ہی میدان جنگ میں خون کی ہولی میں کھیلتے ہوئے شہید ہو گیا اور قوم و ملک کے غدار میں اہم کردار ادا کیا۔ تو سلطان ٹیپو اللہ تعالیٰ کی مدد کے علاوہ کسی سے مدد بھی حاصل نہ کر سکا اور وہ اکیلا ہی میدان جنگ میں خون کی ہولی میں کھلتے ہوئے شہید ہو گیا اور قوم و ملک کے غدار اس کی شہادت کے بعد ذلت کی زندگی بسر کرتے ہوئے دن پورے کر گئے اور سلطنت خداداد جس کو حیدر علی نے شب و روز اور ہنگامہ خیز زندگی میں بڑی محنت سے حاصل کیا تھا۔ وہ پارہ پارہ ہو گئی اور حکومت مسلمان کے ہاتھ سے ہندو کے ہاتھ چلی گئی جو کہ انگریز کی چال تھی جو اپنے ہی غداروں کی دشمنی کا نتیجہ تھی کیونکہ اگر حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہتی تو تب بھی اسلام کی بہتری کی امید ہو سکتی تھیں مگر ایک تو انگریز مسلمان سے خائف تھا دوسرے اپنے غدار امراء اور وزراء نے ہی دشمن کو ایسے منافقانہ مشورے دیے جو اس کو بہت پسند آئے اور تمام کے تمام مسلمانوں کے خلاف تھے اس لئے انگریز نے

فوری طور پر حکومت کی باگ دوڑ ہندو کے ہاتھ میں دے دی اور مسلمانوں کو حکومت سے محروم کر دیا۔

ریاست میسور کے زوال کی درج ذیل اہم وجوہات مورخین نے بیان کی ہیں۔

ا۔حیدر علی کی وفات کے بعد جب سلطان ٹیپو تخت نشین ہوا تو حیدر علی کے دور میں انگریز اس قدر مضبوط نہ تھا اور دوسرے سلطنت میسور بھی اس قدر بڑی نہ ہوئی تھی۔مرہٹے اور نظام حیدر آباد حالات سے مطمئن تو نہ تھے مگر وہ خاموش تھے انہوں نے کوئی خاص عمل واضح اختیار نہیں کیا تھا اور جب سلطان ٹیپو نے تخت سنبھالا تو سلطان نے بھی اپنے باپ کی طرح ملک گیری اور دشمن کو کچلنے کی پالیسی پر عمل جاری رکھا۔جو بھی ریاست کا سربراہ بغاوت کرتا یا سر اٹھاتا تو سلطان فوری طور پر اس کو کچل ڈالتا تو پھر ان مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو پتہ چلا کہ سلطان ٹیپو بھی باپ کی طرح جنگ جو اور بہادر و شجاعت کا دلدادہ ہے۔یہ کسی وقت بھی ہمارے ملکوں پر حملہ آور ہو کر ہماری سلطنتوں کو تہ تیغ کر سکے گا۔

اس کے علاوہ جوان سے بھی بڑھ کر بڑا سلطان کا دشمن تھا وہ انگریز تھا وہ بھی اس منظر کو بڑی گور سے دیکھ رہا تھا اور اس کو چند اتحادیوں کی ضرورت تھی وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ ہندوستان میں غدار لوگوں کی کمی نہیں ہے۔تو انگریز نے آگے بڑھ کر ان لوگوں کو سلطان کے خلاف ورغلانا شروع کیا اور ان کے کان بھرنے شروع کر دیے حتیٰ کہ یہ نظام حیدر آباد اور مرہٹوں نے انگریز کے ساتھ ملنے پر رضامند ہو گئے اور انگریز نے ان کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ان میں زیادہ نمایاں حیثیت نواب حیدر آباد اور

کرناٹک کی تھی تو انگریز چونکہ سمجھ دار تھا اس نے ان کو اپنے ساتھ ملا کر استعمال کیا انگریز پہلے بھی مسلمان کا دشمن تو تھا ہی اور آج بھی ہے۔مگر ان دیسی نوابوں کے ساتھ مل جانے سے اس کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔ دوسرے اس کو یقین ہو گیا کہ مقامی طور پر سلطان ٹیپو کی کوئی مدد کرنے والا نہیں رہا۔کیونکہ اگر سلطان کے ساتھ یہ سب انفرادی طور پر مقابلہ کرتے تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے اور یقیناً سلطنت خداداد قائم رہتی مگر اس کے زوال کا سبب یہی اتحادی ممالک ثابت ہوئے اور دوسرے سلطان کے پاس بھی اس قدر ہوشیار اور سمجھ دار امراء اور وزراء کی کمی تھی جو غیر ملکوں کے حالات کا جائزہ لیتے اور ان کو آپس میں اتحاد نہ کرنے دیتیا ور کسی نہ کسی طرح ان میں یہ اتفاق و پیمان نہ ہوتا تو بہتر تھا اور سلطان ٹیپو ان کو انگریزوں کے خلاف اپنے اعتماد میں رکھتا تو بہتر ہوتا ،اور اس کی سلطنت کا زوال رونما نہ ہوتا ۔مگر ایسا نہ ہو سکا جو کہ زوال کا باعث بنا۔

۲۔اس کے علاوہ مورخین نے دوسری وجہ یہ بھی بیان کی کہ نواب محمد علی والا جاہ جو کہ ارکاٹ کا نواب تھا۔وہ سیاسی طور پر حیدر علی کے خلاف ہو گیا تھا اور اس کے خلاف اس نے بغاوت بھی کر دی جس کو سلطان نے طاقت سے کچل دیا تو محمد علی والا جاہ اس کا سخت دشمن بن گیا اور اس نے انگریزوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہو گیا محمد علی والا جاہ نے سلطنت خداداد کے بارے میں جو معلومات اس کے پاس تھیں وہ بھی انگریز کو فراہم کیں اور اس سے اتحادی معاہدہ بھی کر لیا اور کھلم کھلا سلطان کے خلاف آواز بلند کرنے لگا مگر سلطان اب اکیلا ہوتا جا

رہا تھا اس کے علاوہ مغلیہ دور کے زوال کے بعد حیدر آباد کا نواب بھی خود کو بادشاہ کہلانے لگا۔ جس سے سلطان کی اور پوزیشن کمزور ہو گئی اس وقت انگریز دشمن کا پلہ بھاری ہوتا جا رہا تھا اور سلطان کے دشمن تو تھے مگر وہ بڑے دشمن کے ساتھ نہ تھے ان کا اتحاد نہ ہوتا تو سلطان کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ ان کے اتحاد کی وجہ سے ہی سلطنت میسور کو جلد زوال آیا۔

۳۔ فرانسیسی انگریزوں کے دشمن تھے اور وہ سلطان کے دوست تھے، اس زمانے میں سلطان ٹیپو نے پانڈی چری کے فرانسیسی گورنر سے ملاقات کی اور اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ چھ ہزار فرانسیسی سپاہیوں سے سلطان کی امداد کرے تا کہ وہ انگریزوں سے اپنے ملک کو پاک کر سکے۔ سلطان نے وعدہ بھی کیا کہ جب انگریزی فوج نکل جائے گی تو انگریزی مقبوضات فرانسیسوں کے حوالے کر دیے جائیں گے لیکن گورنر فرانس اپنے شاہ فرانس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا اس مقصد کے لیے فرانس نے ایک سفارت دوبارہ فرانس میں بھیجی۔ جس کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ لیکن چونکہ شاہ فرانس کو اپنے ملک میں ہی ہر وقت بغاوت کا خطرہ لاحق رہتا تھا اس لیے اس نے سلطان ٹیپو کی مدد سے انکار کر دیا اور یہ سفارت ناکام واپس آئی یہ بھی بعض کتب میں آیا ہے کہ:۔

فرانس کا جنرل نپولین بونا پارٹ مصر کے راستے سے سلطان ٹیپو کی امداد کے لیے آ رہا تھا مگر اس کے بحری بیڑے کو مصر میں انگریزی بیڑے نے ۱۷۹۸ء میں شکست دے دی اور فرانسیسی بیڑہ تباہ ہو گیا اور نپولین بونا پارٹ سے بھاگ کر جان

بچائی۔تو اس طرح فرانس سلطان ٹیپو کی امداد نہ کر پایا۔

سلطان اپنی طاقت سے ہی انگریزوں کو مختلف معرکوں میں شکست دیتا رہا۔جس کی وجہ سے لارڈ کارنوالس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکتی رہی اور اس نے سلطان کے خلاف پختہ جنگ کا ارداہ کرلیا اواس کے علاوہ ہندوستانی دیسی راجے بھی اس کے ساتھ سلطان کے خلاف مل گئے۔

''جس کی وجہ سے سلطنت میسور کے زوال میں جلدی آ گئی۔''

۴۔مرہٹے پورے ہندوستان میں حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور وہ سلطان کو اپنے راستے مین ایک بڑا کانٹا سمجھتے تھے اور اس وجہ سے مرہٹے بھی سلطان کے سخت دشمن بن گئے تھے اور سلطان کو برداشت نہ کرتے تھے اور وہ کسی نہ سی طریقے سے سلطان کو سلطنت سے محروم کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کے لیے خطرہ نہ رہے اور وہ اپنی مرضی سے حکومت کرتے رہں۔

۵۔ریاست میسور قدیمی طور پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اور حیدر علی اس ریاست کے راجہ کی فوج میں ملازم تھا جو کہ ترقی کر کے سپہ سالار کے عہدے تک پہنچ گیا تو مرہٹے راجہ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے تو راجہ نے حیدر علی کو سپہ سالار بنا کر مرہٹوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا تو حیدر علی نے اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں سے مرہٹوں کو ریاست میں میسور سے مار بھگایا۔مگر حاسدوں اور غداروں کی کسی قوم میں کسی وقت بھی کمی نہیں رہی۔

ان حالات میں راجہ کے دربار میں حیدر علی کے خلاف سازشیں ہونی شروع

ہو گئیں ۔راجہ میسور کی ایک رانی اور ایک ہندو سردار کھنڈے راؤ نے اس سازش میں اہم کردار ادا کیا کیونکہ حیدر علی پکا مسلمان تھا اور مسلمان کو فوج کا سپہ سالار بنانا کسی کو پسند نہ تھا اور ان حاسدوں نے راجہ میسور کو حیدر علی کے خلاف بدظن کر دیا اور صلاح ومشورے سے یہ طے پایا کہ جب حیدر علی سرنگا پٹم پہنچے تو اس کی قیام گاہ کو آگ لگا دجائے تاکہ وہیں جل کر راکھ ہو جائے لیکن:۔

''جسے خدا رکھے اسے کون چکھے''

حیدر علی کو بھی اس سازش کا علم ہو گیا تو وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر راتوں رات سرنگا پٹم سے چپکے سے نکل گیا اور یہ سازشی اپنے غلط منصوبوں میں ناکام رہے ۔اکھنڈ راؤ تو اعصاب پر قابو نہ پا سکنے کی وجہ سے مر گیا اور حیدر علی کو گرفتار کرنے کے لیے راجہ نے فوج بھجوا دی حیدر علی بھی جنگ جو اور باہمت اعصاب کا آدمی تھا اس نے بھی ہمت نہ ہاری اور حیدر علی نے اپنے مخلص اور جانثاروں کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور ریاست میسور کی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا جس میں فتح حاصل ہوئی اور حیدر علی نے سرنگا پٹم پر قبضہ کر لیا اس طرح حیدر علی کو ریاست میسور کی سپہ سالاری کی بجائے ریاست میسور کا حکمران بن گیا ریاست میسور ایک ہندو راجے کی حکمرانی سے نکل کر ایک مسلم ریاست کہلانے لگی جس سے عوام بھی خوش ہوئی اور ہندوستان میں ایک مسلم ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

ریاست میسور کے اصل وارث تو ہندو تھے مگر وہ اپنی نالائقی کی وجہ سے اپنے اقتدار سے محروم ہو گئے تھے ۔اب چونکہ حالات مسلمانوں کے خلاف تھے ۔حیدر علی

کے بعد اس کا بیٹا سلطان ٹیپو شہید ہو چکا تھا تو وہ ہندو دوبارہ اپنی ریاست کی حکمرانی کے خواہش مند تھے۔انھوں نے اپنا راج واپس لینا چاہا تھا۔میسور کی رانیاں انگریزوں سے میل ملاپ کر رہی تھیں۔رانیاں ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر کے دربار میں جا کر حق وفاداری ادا کر رہی تھیں اور خفیہ قاصد بھی بھیج رہی تھیں تا کہ ان کو اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل ہو جائے۔

گو انگریز چونکہ مسلمان کی نسبت ہندو پر اعتماد رکھتا تھا اس نے ہندو راجہ کے پانچ سالہ بیٹے کو ریاست میسور کا حکمران بنا دیا اور مسلمان ریاست کا خاتمہ کر دیا جو کہ ریاست میسور کے زوال کا باعث بنا تھا۔

۵۔نواب حیدر علی نے ہندو راجہ کو ریاست سے محروم کر دیا اور ہندوستان میں ایک مسلمان ریاست قائم کر لی۔مگر چونکہ حیدر علی بھی کوئی ظالم شخص نہ تھا۔رحم دل اور نمک خوار تھا اس نے سابقہ ہندو راجہ پر سختی نہ کی بلکہ اس کو ریاست میسور میں ہی رہنے دیا اور اس کو سہولیات بھی دی گئیں یعنی وہ راجہ سرنگا پٹم میں ہی رہا اور اسی جگہ ریاست میسور کا دارالخلافہ بھی تھا۔وہی جگہ جہاں راجہ پہلے حکومت کرتا تھا لوگ اس کی بات مانتے تھے اسی جگہ پر خود (حیدر علی) حکومت کرنے لگا اور راجہ کو حیدر علی نے کچھ بھی نہ کہا تو یہ بات حیدر علی کے نظام سلطنت کے خلاف تھی۔اور حکومت کی حکمت کے خلاف بھی تھی کیونکہ راجہ کا وہاں موجود رہنا کسی وقت بھی حیدر علی کے خلاف ہر قسم کے حربے کی توقع ہو سکتی تھی۔راجہ کو تو جلا وطن کر دیا جاتا یا قتل کر دیا جاتا تو وہاں سرنگا پٹم میں رہنا نقصان دہ ثابت ہوا اور سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد وہ

راجہ ریاست کا وارث بن بیٹھا تو ایسے عوام جو کہ امور سلطنت کے خلاف تھے ان کو دوبارہ ابھرنے کا موقع مل گیا جس کی وجہ سے ریاست میسور کو زوال آیا۔

۶۔ افغانستان میں مسلمان حکومت تھی اور دوسرے ہندوستان میں ریاست میسور مسلمان ریاست تھیتو جب مرہٹوں اور انگریزوں نے سلطان ٹیپو کے خلاف گٹھ جوڑ کیا تو سلطان نے بھی اپنی امداد کے لیے مسلمان حکمران کو طلب کیا۔ مگر انگریز روز ازل سے ہی بڑا منصوبہ ساز اور دوراندیش واقع ہوا اس وقت ہندوستان میں لارڈ ولزلی نے شاہ زمان کے حملے کو روکنے کے لیے اس نے ایسی چال چلائی جو کہ کامیاب ثابت ہوئی۔

لارڈ ولزلی نے مرادآباد کے ایک شیعہ مسلمان مہدی علی خاں کو دربار ایران میں روانہ کیا۔ اس شخص نے عابس شاہ صفوی کو شاہ زماں کے خلاف یہ کہہ کر بھڑکایا کہ ہندوستان میں شیعوں پر بے حد ظلم ہو رہے ہیں اس کے عقائد پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں ۔ تو شاہ عباس صفوی نے واقعہ کی تصدیق کیے بغیر افغانستان پر حملہ کر دیا ۔ شاہ زمان اس وقت ٹیپو سلطان کی مدد کے لئے ہندوستان کی سرحد پر پہنچ چکا تھا اس نے جب افغانستان پر حملے کی خبر سنی تو وہ فوری طور پر واپس لوٹ گیا۔

سلطان ٹیپو کا یہ ایک مسلمان ملک دوست اور ہمدرد تھا اس کو بھی لارڈ ولزلی نے اپنی جنگی اور سیاسی چالوں سے مدد سے باز رکھا تو سلطان ٹیپو کا اکیلا پن اس کی ریاست کا زوال کا باعث بنا۔

۷۔ رحم دلی:۔

رحم دلی اسلامی تعلیمات کا خاصا ہے مگر اسلام نے موقع محل کے مطابق رحم دلی کی اجازت دی ہے اگر چہ رحم دلی کے بہت سے فوائد اور خسائص ہیں مگر کسی جگہ پر نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے جس طرح کہ سلطان ٹیپو خود بھی جانتا تھا کہ اس کے غدار امراء اور وزراء اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں جو کہ **ملک** وقوم کے کسی وقت بھی نقصان کا باعث ثابت ہو سکتے ہیں مگر وہ پھر بھی ان کے جرم معاف کر دیتا تھا جس سے غداروں کے دل شیر ہوتے گئے اور برائی بڑھ کر ایک درخت کی صورت اختیار کر گئی۔ آخر کار یہی رحم دلی اس کی سلطنت کے زوال کا باعث ثابت ہوئی۔

سلطان ٹیپو میں رحم دلی بہت زیادہ تھی اور وہ دشمن کو بھی معاف کر دیتا تھا اور حد سے زیادہ اعتماد اور معاف کر دینے کی عادت بھی اس کی سلطنت کے زوال کا باعث ٹھہری۔ اس نے آزمائے ہوئے لوگوں کو دوبارہ اہم عہدوں پر فائز رکھا اور جرم کرنے کے باوجود ان کو اہم عہدے پر فائز رکھا گیا۔ یہی وہ لوگ تھے جو انگریز کے ہاتھوں بک گئے اور انھوں نے انگریز سے اپنی قیمت لگوائی اگر چہ سلطان اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان درج ذیل غداروں کو قتل کر دیتا تو شاید ان نتائج تک وہ نہ پہنچتا۔

۱۔ میر صادق علی

۲۔ میر قاسم علی خاں

۳۔ پورنیا۔

۷۔میر غلام علی لنگڑا

اس کے باپ نے درج ذیل الفاظ میں وصیت کی تھی اس کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا۔

نواب حیدر علی نے سلطان ٹیپو کو لکھا کہ:۔

''میرے بعد پورنیا، میر صادق اور میر غلام علی لنگڑا کو قتل کر دینا ان کی نیتوں میں فتور ہے۔''

تو ظاہر ہوا کہ سلطان ٹیپو میں رحم دلی سے زیادہ نقصان دہ بات بزرگوں کی باتوں پر عمل نہ کرنا بھی تھا۔ اگر وہ باپ کی نصیحت پر عمل کرتا تو شاید یہ دن نہ دیکھنے پڑتے ۔مگر اس نے اپنی من مانی کی اور خوشامد پسندی میں مگر اس نے دشمنوں، منافقوں اور غداروں کو معاف کر کے دوبارہ انہی اہم عہدوں پر بحال کر دیا جس کی وجہ سے اس کی سلطنت کو زوال آیا۔ کیونکہ انہوں نے معافی کو سلطان کی کمزوری تصور کیا اور عقل سے عاری سلطان سمجھا۔

ایسے حالات میں قوم و ملک کے غدار کو چھوڑنا گویا اس کو تباہی کی دعوت دینا مراد ہے اس لئے یہ حکمران کو موقع کی نزاکت کے تحت عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔یہی حالات سلطنت میسور کے زوال کا باعث بنے تھے۔

۸۔کسی بھی سلطنت کا انتظام سنبھالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے حیدر علی نے اپنی شب و روز کی جفاکشی اور جنگ جوئی سے سلطنت خداداد حاصل کی تھی اور سبقہ راجہ کو بھی اسی جگہ رہنے دیا گیا جو کہ انتظامی اصول کے خلاف بات تھی تو اس

ریاست کے انتظامات کو قابو میں رکھنے کے لیے حیدر علی سے زیادہ محنت کی ضرورت تھی اور جنگی طریقوں اور چالوں کو اپنانے کی ضرورت تھی جن کو سلطان ٹیپو نے نظر انداز کر دیا۔حیدر علی کی نسبت غداروں سے نرم دلی اور رحم دلی سے سلوک کیا گیا تھا ۔جو سلطنت کے زوال کا باعث بنا

۹۔میسور کی تیسری جنگ کی صلح کی شرائط کے مطابق انگریزوں نے سلطان ٹیپو کو آدھی ریاست سے محروم کر دیا۔اس کے ساتھ ہی ریاست کی فوج میں کمی کر دی گئی ۔جس کی وجہ سے قلیل فوج سے اتحادی افواج کا مقابلہ نہ کر سکا اور شہادت کی نوبت آ گئی ۔

10 ۔سلطان نے اپنی سوار فوج سے پورا پورا کام نہیں لیا ۔کیونکہ وہ انگریز کی رسد کے سامان کو زک پہنچا سکتے تھے اور اس طرح وہ جنگی فائدے حاصل کر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا اور ان فوائد سے محروم رہا جس کی وجہ سے نقصان زیادہ ہوا حتیٰ کہ سلطان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے ۔

۱۱۔انگریز سلطان کا روز ازل سے دشمن تھا اس نے آتے ہی یہ محسوس کر لیا کہ سلطان ٹیپو کی موجودگی میں ہندوستان میں اپنی خود مختار حکومت قائم نہیں کر سکتے ۔اس لئے انھوں نے مناسب آدمیوں کو مناسب کاموں کے لیے منتخب کر کے ان کے ذمے ضروری اور اہم کام لگائے اور ان پر کڑی نگرانی بھی کی گئی انگریز سلطان ٹیپو کی سلطنت کے خاتمے کے لیے ہر جائز و ناجائز چالیں استعمال میں لائے جن میں درج ذیل اہم خیال کی جاتی ہیں

۱۔اگریز نے وسیع پیانے پر پروپیگنڈہ سلطان ٹیپو کی حکومت کے خلاف کیا۔

۲۔مختلف ملحقہ علاقوں می سازشوں کا جال پھیلا دیا۔

۳ریاست میسوور میں لوگوں کو سلطان کی حکومت کے خلاف اور بد دل کرنا شروع کیا۔

۴۔کرنل ریڈ کو جاسوسی کا محکمہ کا سر براہ بنایا ۔تا کہ وہ ریاست میسور کے بارے میں متعلقہ معلومات انگریزوں کا بہم پہچائے ۔

۵۔کرنل ریڈ نے ریاست میسور کے غدار امیروں ،وزیروں اور دیگر بڑے بڑے زمین داروں کو لالچ دے کر ساتھ ملا لیا۔

۷۔کرنل ریڈ نے اپنی چالاکی سے سلطان کے سیاسی مخالفین کو بھی انگریزوں کی طرف کھینچ لیا۔

۸۔کرنل ریڈ کی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے سلطان کے خلاف سازشوں کا جال بچھ گیا۔

۹۔سلطان کی ہر قسم کی نقل وحرکت اور حکومتی پالیسی کی اطاع بر وقت انگریزوں کو مل رہی تھی ۔

10 ۔ریاست میسور کے کئی گھروں میں انگریز بھیس بدل کر چھپے ہوئے تھے جو کہ جاسوسی کرتے تھے اور لوگوں کو سلطان کے خلاف بھڑ کاتے تھے۔یہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ جب سلطان کے اپنے امیر او روزیر ہی اس کے خلاف دشمن کو چاہنے لگ گئے تو وہاں کوئی بھی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آتی ۔کیونکہ جب کسی گھر کے مکین ہی اس گھر کی اینٹیں اکھاڑنے لگ جائیں تو کوئی دوسرا اس گھر کو آباد نہیں کرسکتا

کیونکہ اس کے مکین ہی اس گھر کے دشمن بن گئے۔

یہی سبب ریاست میسور کے زوال کا بنا۔ اگر ریاست میسور کے امراء اور وزراء اور بڑے بڑے امیر زمیندار حکومت کے خلاف لالچ لے کر انگریزوں کے ساتھ نہ ملتے تو بے شک سلطان اکیلا ہی تھا۔ خدا کو حق کے ساتھ بروقت ہوتا ہی ہے۔ تو تب بھی سلطان اتنی جلدی شہید نہیں ہو سکتا تھا۔ مقابلہ تو خوب کرتا۔ مگر چونکہ سلطان کے اہلکاروں نے ہی غداری کا ثبوت دیا۔ تو اس حالت میں غیبی طاقت بھی قبول نہیں کرتی بلکہ وہ ان گھروں کے مکینوں کو فوری طور پر سزا دیتی ہے۔ تو ریاست میسور کے مکینوں کو اللہ تعالیٰ نے بھی سزا دی ان کے اعمال کی جو کہ ریاست کے زوال کی صورت ظہور پذیر ہوا بقول کسی شاعر کے:۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ریاست کا زوال ریاست کے مکینوں اور اہلکاروں کے ہاتھوں آیا۔

باب نمبر ۱۶ سلطان ٹیپو کی شخصیت

سلطان ٹیپو کی شخصیت اس لحاظ سے مصنفین نے حیرت انگیز قرار دی ہے کہ اس نے اس زمانہ میں ہندوستان کو انگریزوں کے خلاف اکٹھے کرنے کے لیے ابھارا جب ہندوستان کے تمام والیان ریاست تعاون واتحاد قومیت کے معنی بھی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بہت ابتدائی دور تھا اس وقت انگریز نے ہندوستان میں قدم رکھے ہی تھے ابھی تک اس مکار دشمن کے پاؤں ہندوستان میں جمے نہ تھے۔تو اس وقت بڑا عمدہ اور سنہری وقت تھا جب حیدر علی اور اس کے ہوشیار مجاہد بیٹے نے انگریزوں کے خلاف لوگوں کو متحد ہو کر جہاد کرنے کی دعوت دی۔ سلطان پہلا ایشائی حکمران تھا جس نے ہندوستان کے مسائل کو بین الاقوامی زاویہ سے دیکھا۔جس کا احساس آندہ نسلوں کو کافی عرصہ بعد میں ہوا۔

سلطان ٹیپو کی شخصیت کا جائزہ مختلف پہلوؤں سے لیا جائے گا جو کہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔سلطان بطور جنگ جو سپہ سالا راور غیور مرد مومن۔

۲۔سلطان بطور مسلمان ہیرو۔

۳۔سلطان بطور شجاعت پسند انسان۔

۴۔سلطان بطور حکمران ریاست اور رحم دلی۔

ا۔ سلطان بطور جنگ جو سپہ سالار اور غیور مجاہد مرد مومن

سلطان ٹیپو حیدر علی کا بیٹا تھا اور حیدر علی نے ریاست میسور ورثے میں نہیں پائی تھی بلکہ محنت اور اپنی صلاحیتوں کے کمال کی وجہ سے حاصل کی تھی اور جب تک حیدر علی کی زندگی رہی، وہ انگریزوں اور مرہٹوں کے خلاف جنگ کرتا رہا اور اللہ تعالی کی نصرت سے اس کو فتح حاصل ہوتی رہی جس کی وجہ سے اس نے سلطان ٹیپو کے لیے پچاسی ہزار مربع میل کی سلطنت ورثے میں چھوڑی یہ حقیقت ہے کہ سلطان ٹیپو ایک جنگ جو سپہ سالار کا بیٹا تھا اور باپ نے اپنے بیٹے کو جنگ جوئی کی تربیت دے کر اپنے جیسا جنگ جو تیار کیا۔

حیدر علی نے شروع سے ہی اپنے لائق اور ذہین بہادر بیٹے کو اعلی تربیت دلانے کی طرف پوری توجہ دی اور اعلی اساتذہ کا انتخاب کیا اور ہر شعبے کے لیے الگ الگ استاد مقرر کیے، تا کہ ہونہار اور لائق بیٹے کی تعلیم و تربیت بہتر طریقے سے ہو سکے۔ مگر باپ بھی بے خبر نہ تھا وہ بھی اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کا جائزہ وقتاً فوقتاً لیتا رہا تا کہ اساتذہ اور بچہ بے خبر ہو کر وقت ضائع نہ کریں۔ باپ کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ بچے کو سلطنت میسور کی حکمرانی کے اہل بنایا جائے اور یہ بھی باپ کے علم میں بات تھی کہ ہندوستان میں دوست مسلمانوں کے کم ہیں اور دشمن زیادہ پھر دشمن طاقت ور ہیں اور دوست ہیں تو وہ بھی کمزور ہیں۔ اس لیے بیٹے کی ان خطوط پر تربیت کی جائے کہ وہ اپنی حفاظت کسی پر انحصار کیے بغیر خود کر سکے۔

سلطان کو سلطنت کے امور کے سلسلے میں مختلف شعبوں میں تربیت دی گئی جن

میں فوجی ،جنگی فنون ،شہ سواری،اور بہترین زندگی کے بارے میں تربیت دی گئی اس کی اعلی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ سولہ سترہ سال کا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ محاذوں پر جانے لگا اور نا صرف جنگوں میں شمولیت ہی کی بلکہ معرکوں میں بہادری اور شجاعت کے جوہر بھی دکھانے کے قاب ہو گیا ۔باپ بیٹے کی اس قدر شجاعت اور بہادری کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا اور اپنے مجاہد جواں مرد بیٹے پر فخر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا اس نے بیٹے کی اس قدر بلند ہمتی پر شکرادا کیا۔

حیدرعلی نے سلطان ٹیپو کو اعلیٰ درجہ کا شہ سوار اور تیر انداز بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ۔جس کی وجہ سے سلطان نے بڑی بڑی جنگوں میں اپنی بہادری اور جنگی قابلیت کے ثبوت پیش کیے ۔مرہٹوں اور جنرل میڈوز کے خلاف مقابلہ میں سلطان کی صف بندی اور جنوبی ارکاٹ میں سلطان ٹیپو کی تندخو حملے سب کے سامنے آئینے کی طرح مثالیں پیش کرتے ہیں ۔

سلطان ٹیپو نے اپنی زندگی میں ایک سپہ سالا راور غیور مجاہد ہونے کی حیثیت سے درج ذیل معرکون میں دشمن کے ستاھ سینہ سپر ہوا اور آخری دم تک لڑتے ہوئے جان (مولا کریم)اس کو دے دی مگر پشت نہ دکھائی ۔جس کی تاریخ آج تک بلکہ رہتی دنیا تک گواہی دیتی رہے گی آیئے تفصیلی طور پر سلطان کے چند زندگی کے معرکوں کا ذکر کرتے ہیں ۔

۱۔والد کے زیر سایہ معرکے:۔

سلطان ٹیپو کا پہلا معرکہ ۱۷۶۵ء کورگ کے مقام پر سرحد پالیگاروں کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے ہوا۔اس وقت سلطان اپنے باپ کی زیر کمان تھا اور اس نے ہمت سے بہادری کے جوہر دکھائے مثلاً سلطان ٹیپو نے جنگ میں گھس کر پالیگاروں کو گرفتار کرکے حیدرعلی کے سامنے پیش کردیئے جس سے یہ بغاوت فرو ہو گئی۔

۲۔انگریز چونکہ روز ازل سے ہی سلطان اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف فطرت کا مالک ہے اس لیے اس نے مسلمان مجاہد حکمران کو راستے سے ہٹانے کے لیے مختلف علاقوں اور ریاستوں کے حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر سازشیں کرنی شروع کردیں حیدرعلی کے دورحکومت میں ۱۷۶۷ء میں ان پر حیدرآباد اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر نواب محمد علی والا جاہ جو کہ کرناٹک کا نواب تھا کے ساتھ نواب حیدرعلی کے خلاف جنگی مہم شروع کردی اور تمام اتحادیوں کی افواج بالاکوٹ کی طرف پیش قدمی کرنے لگیں۔حیدرعلی نے اتحادیوں کی بھاری فوج کو دیکھ کر گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کرنے کو ترجیح دی۔اس نے جنگی حکمت عملی کے تحت اپنی فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کردیا جن میں سے ایک دستہ اس نے اپنے تربیت یافتہ ہونہار اور بہادر بیٹے کے حوالے کردیا تو شیر دل سلطان ٹیپو نے منگلور کا شیروں کی طرح آگے بڑھتے ہوئے محاصرہ کرلیا اور موقع پا کر قلعہ پر حملہ کردیا اور دشمن کی فوج پسپا ہونے پر مجبور ہو گی اس جنگ میں انگریز فوج کے سپہ سالار اور افسران

حیران و پریشان ہو گئے اور وہ پسپاہ ہو کر قلعہ چھوڑ کر بمبئی کی طرف چلے گئے اور حیدر علی کی فوج کو اللہ تعالٰی نے فتح و نصرت سے نوازا۔ انگریز نے اس شکست کا انتقام لینے کے لئے ابھی سے منصوبہ بندی شروع کر دی اور آخر کار وہ بتیس سال کے بعد کامیاب ہو گیا۔ یہاں انگریز کی طویل منصوبہ بندی اور کوشش کی داد دینا ضروری ہو گا۔ تمام حکمرانوں کی طرح اپنے وسائل کا رونا رونے والوں کی طرح ہمت نہیں ہاری بلکہ کوشیش جاری رکھیں اور کامیاب ہوئے

۳۔ میسور کی پہلی لڑائی میں بھی سلطان ٹیپو نے اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر دشمن کو ایک کامیاب سپہ سالار اور غیور مرد مومن ہونے کا ثبوت دیا سلطان ٹیپو اپنے باپ کی طرح انگریزوں کا جانی دشمن تھا اور مسلمانوں کی آزادی کا متوالہ اور شیدائی تھا کیونکہ انگریز ہزاروں کلومیٹر دور کے فاصلے سے آ کر ہندوستان پر قبضہ جمایا جو کہ محض تجارت کی غرض سے آیا تھا اور وہ اسی خطے پر قبضہ جما بیٹھا جو کہ مقامی آبادی کے ساتھ زیادتی کے مترادف سمجھا جاتا تھا مگر مقامی آبادی جاہل، غریب اور اپنے حقوق اور سیاسی شعور سے ناواقف تھی مگر انگریز ان سے کہیں بڑھ کر ہوشیار، مکار، اور باشعور تھا۔ مقامی راجاؤں نے بھی انگریز کی نیت کا صحیح اندازہ نہ لگایا بلکہ مقامی راجاؤں نے انگریز کی نسبت حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لیے نقصان دہ سمجھا اور سارے انگریز کے ساتھ مل گئے۔

انگریز کا سب سے بڑا مقصد مقامی آبادی کو اپنا غلام بنا کر محکوم بنانا تھا۔ جس کا حیدر علی اور اس کے بیٹے کو سخت ملال اور دکھ تھا۔ ان دونوں علم برداروں کا میسور میں

مقابلہ ہوا اس لرائی میں بھی سلطان ٹیپو نے پورے جوش وخروش اور جزبہ امانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس لڑائی میں بھی سلطان ٹیپو نے پورے جوش وخروش اور جذبے ایمانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کے خلاف اتنی بھاری جمعیت ہونے کے باوجود فتح حاصل کی ۔ٹیپو سلطان کا ایک ہی گولہ مدارس کے قلعے کے اندر گرا تو اس ایک گولے نے انگریز کے دل میں دہشت پیدا کر دیا ور مدارس کا گورنر بورچیڑ ڈر کر ساحل کی طرف بھاگ گیا اور افراتفری کے عالم اور دہشت میں وہ اپنی ٹوپی اور تلوار بھی چھوڑ گیا اس کا بھی اس کو خیال نہ رہا کیونکہ وہ بزدل ثابت ہوا ورنہ کوئی بھی سپاہی اپنے اوزار کو کسی کے لئے نہیں چھوڑتا خواہ اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ ایسے سپاہی کو آنے والی نسلیں برے الفاظ سے یاد کرتی ہیں ۔

اس جنگ میں انگریزوں کے بہت سے سپاہی سلطان ٹیپو نے گرفتار کیے ۔

۱۷۸۰ء تک ارکاٹ، حیدر آباد اور پونا کے علاقے تقریباً سارا جنوبی ہندوستان حیدر علی کی سلطنت کا حصہ تھا جو کہ باپ بیٹے کی جواں مردی اور شجاعت کی وجہ سے تھا ۔ ہر طرف حیدر علی اور اس کے شہ سوار بیٹے کی تلوار کی جھنکار اور دھاک سنی جاتی تھی وہ اپنی فوج میں بھی بہت مقبول ہو چکا تھا ۔سلطان ٹیپو بہترین گھوڑسوار اور چھاپہ مار جنگ کا ماہر تھا ۔ ہر معرکے میں غیرت مند سلطان اپنے باپ کے ہم رکاب رہ کر بہادری کے جوہر دکھاتا تھا اور ان باپ بیٹے نے انگریزوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں ہر وقت نواب حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے نام سے انگریزوں کے اوسان خطا ہو جاتے تھے وہ ان کے نام سے لرزاں تھے

۴۔میسور کی دوسری لڑائی ۱۷۸۰ء میں شروع ہوئی تھی۔ حیدر علی نے سلطان ٹیپو کو اس محاذ پر روانہ کیا۔ میسور کی پہلی لڑائی کی طرح ہندوستان کے مرہٹے اور نظام حیدر آباد اور سب سے بڑے دشمن انگریز اس جنگ میں حصہ دار تھے دوسری طرف اکیلا مسلمان مجاہد اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے والا غیور مرد مومن مجاہد تھا۔ جس کے پاس زیادہ جنگی سامان بھی نہ تھا۔ محض جذبہ ایمانی سے بھرپور شخصیت تھی اور ایمانی جذبے کے ساتھ اسلام کی خاطر کفر کے خلاف جنگ کر رہا تھا اور درج ذیل طریقے سے دشمن کو زیر کیا:۔

۱۔سلطان ٹیپو نے جنگی حکمت عملی کے تحت آرنی کا قلعہ فتح کرلیا۔

۲۔اس کے بعد سلطان نے کرنل بیلی کی فوج پر حملہ کیا اور کرنل بیلی اور ڈیوڈ بیرڈ سینکڑوں سپاہیوں کے ساتھ گرفتار ہوا۔

۳۔اس کے علاوہ سلطان ٹیپو نے پولی پور کو بھی زور بازو اور بہادری سے فتح کیا۔ جب کہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہی نہ تھا بلکہ اس کی شاندار فتح تھی۔

سلطان ٹیپو کی ان پے در پے فتوحات کا ہندوستان اور برطانیہ پر یہ اثر ہوا کہ

۱۔انھوں نے لرزنا شروع کردیا۔

۲۔مائیں سلطان کے نام سے اپنے بچوں کو ڈرا کر رونے سے چپ کراتی تھیں۔

انگریز ہر وقت سلطا کے مارے خائف اور پریشان رہنے لگا۔ مگر درپردہ اپنی اس ناکامی کا تجزیہ کرتا رہا۔

سلطان ٹیپو نے کرناٹک کے قلعے بھی فتح کیے اور مسلسل فتوحات حاصل کرتا ہوا

ترچنا پلی اور تن جاور کے قلعے تک جا پہنچا اور اس کو حاصل کر لیا۔ ترچنا پلی پر کمانڈ میڈوز مقرر تھا اس نے سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی جان بچالی اور سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور میڈوز کو گرفتار کر کے سرنگا پٹم روانہ کر دیا اس کے علاوہ انگریز کمانڈر ہمبرسٹن کو پالا گھاٹ کے محاذ سے پیچھے مجبوراً ہٹنا پڑا۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ سلطان کی افواج بہادری سے آگے بڑھتی آرہی ہے اور وہ جذبہ ایمانی سے سلطان ٹیپو کے زیر مان بہادری سے لڑ رہی ہیں ان کا مقابلہ مشکل ہے۔ اس لیے اس نے اپنی افواج کو واپس ہونے کا حکم دے دیا۔ میدانِ جنگ میں جنگی اسلحہ اور دوسرا سامان بھی اہم اہمیت رکھتا ہے مگر ان سے زیادہ میدان میں سپاہی کا جذبہ ایمانی اور خوفِ رب العالمین کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے جس سپاہی میں میدان جنگ میں جذبہ ایمانی نہیں پیدا ہوگا وہ میدان میں کامیاب نہیں ہو سکتا سو سلطان کی فوج اس جذبے سے سرشار تھی۔

۵۔ سلطان ٹیپو نے ونڈی ورش کے میدان میں بھی انگریزی فوج کے جنرل سٹوارٹ اور جنرل لینگ کو مدارس کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

بدنور کے مقام پر جنرل لیتھوز کو شکست دی اور اسے قلعے کے اندر محصور کر کے رکھ دیا آخر کار اس جرنیل نے ذلت آمیز شرائط پر سلطان ٹیپو سے صلح کر لی۔

منگلور کے محاصرے کے بعد کرنل کیمبل نے ہتھیار ڈال دیے اور گرفتار ہو گیا اور اس نے انگریزوں سے صلح نامہ کروایا اور انگریزوں نے مجبوری سے اسے نواب آف میسور تسلیم کیا۔ نرگنڈ کا قلعہ بھی سلطان نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

کورگ والوں کی بغاوت ختم کردی ٹیپو سلطان نے جنگلوں میں جا کر ان کو زیر کیا سلطان ٹیپو اس قدر ایک غیرت مند مجاہد اور بہادر مرد مومن تھا کہ اس نے مرہٹوں اور نظام کی مشترکہ افواج کے چھکے چھڑا دیے مرہٹوں اور نظام کی افواج کی سلطان نے اس قدر بری حالت کردی تھی کہ وہ آئندہ نسلوں کو سلطان کے خلاف لڑنے کی نصیحت کریں گی۔ یہی وجوہات تھیں کہ جس سے خائف ہوکر مرہٹوں اور نظام نے سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں ے اتحاد قائم کیا۔ کیونکہ وہ سلطان کے نام سے لرزاں اور خائف تھے۔ ہر وقت ان کے ذہنوں پر سلطان ٹیپو کا ڈر سوار رہتا تھا۔

۶۔ میسور کی تیسری لڑائی تک انگریز، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد تینوں کو یہ واضح ہوگیا تھا کہ سلطان ٹیپو کو میدان میں شکست دینا مشکل ہے۔ اس کے لیے اس کے گھر کے افراد سے مدد لی جائےتو ان سب نے مل کر سلطان کے غدار اور امراء اور وزراء کو تلاش کیا اور ان کی مرضی کے مطابق سلطان کے خلاف امراء اور وزراء نے اتحادی افوج کے ساتھ تعاون کیا اور اپنے منہ پر سیاہی کے دھبے تادم حیات کا ئنات لگوا لیے۔

میسور کی تیسری لڑائی سے پہلے انگریزوں نے مرہٹوں کے ساتھ یہ معاہدہ کرلیا تھا کہ سلطان کی طاقت کو ختم کر کے اس کا ملک آپس میں تقسیم کرلیا جائے گا اور ۱۷۹۰ء کو لارڈ کارنوالس کلکتہ سے چل کر ۱۱ فروری ۱۷۹۰ء کو مدارس پہنچا اور ایک مہینہ کے اندر فوجوں کو منظم کر کے جنگ کے لے تیار ہوگیا اور میسور پر حملہ کر دیا، انگریز نے بنگلور کو فتح کیا اور سرنگا پٹم کی طرف بھی بڑھا اس وقت فرنگی فوج کے ساتھ نظام علی

خان بھی تھا جو کہ حملے کرتا ہوا اور راستے میں ہر مقام پر اتحادی افواج کا مقابلہ کیا اور انگریزوں نے ایسی منصوبہ بندی کے تحت سازشوں کا جال بچھایا ہوا تھا کہ سلطانی فوج کسی کا مقابلہ نہ کر سکی۔

اتحادیوں نے جب سرنگا پٹم پہنچ کر محاصرہ کر لیا تو سلطان نے بھی خوب جرات مندانہ طریقے سے انگریزوں کا مقابلہ کیا مگر محاصرہ کے طول پکڑنے سے فوج میں اس کی کمی واقع ہوئی جس کی وجہ سے فوج میں بد دلی پھیل گئی۔ آخر کار فوج واپس ہوئی۔ مگر اس کے بعد دوبارہ لارڈ کارنوالس سرنگا پٹم پر حملہ آور ہوا تو برسات کا موسم ہو چکا تھا۔ اس کی فوج کی تعداد تقریباً ۸۱ ہزار تھی۔ ان اتحادی فوجوں نے سرنگا پٹم کا محاصرہ کیا تو سلطان ٹیپو کی افواج نے خوب مقابلہ کیا انگریزوں کی فوجوں کی حالت خراب ہو رہی تھی کہ بمبئی سے ان کے لیے کمک آئی جس سے ان کے حوصلے بلند ہوئے اور سلطانی فوج بد دل ہو گئی تو دونوں افواج میں صلح ہو گئی اگر چہ سلطان نے با غیرت مجاہد ہونے کے ناطے سے انگریز کے صلح نامہ کو مسترد کر دیا مگر نمک حرام غدار لوگوں کے مجبور کرنے پر اتفاق کر لیا۔

سلطان نے دوبارہ ۱۷۹۴ء کو دوبارہ افواج کو منظم کیا اور سب پڑوسی حکمرانوں سے رشتے مضبوط کیے۔ دوباری ہمت باندھی تاکہ دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ میسور کی تیسری لڑائی کے بعد سلطان نے پلنگ پر سونا بند کر دیا بلکہ وہ چٹائی پر سوتا تھا کیونکہ وہ ان شرائط صلح کو اپنی شان کے خلاف قرار دیتا تھا۔ مگر اس غیور سلطان نے محض اپنے رفقائے افواج اور حکومت کے ایما پر میسور کی تیسری لڑائی میں صلح کی شرائط کو

تسلیم کیا۔ مگر اس کو اس وقت اپنے غدار وزراء اور امراء کا احساس تو ہو گیا تھا اور اس کی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا بہتر ہوتا کہ وہ اس وقت ان غداروں کو ٹھکانے لگاتا پھر چوتھی میسور کی جنگ میں شرکت کرتا مگر ایسا اس نے نہ کیا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

ے۔ میسور کی تیسری لڑائی میں انگریزوں کا مقصد حاصل نہ ہو سکا اگر چہ صلح کی شرائط انگریزوں کی طرف سے ہی تھیں کیونکہ اصل مقصد تو انگریز کا یہ تھا کہ اس مجاہد اور شیر دل حکمران کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور ان کا یہ مقصد چوتھی میسور کی جنگ میں حاصل ہوا۔ جس کے لیے وہ تیسری میسور کی لڑائی کے بعد سے ہی منصوبہ بندی لارڈ مورنگٹن گورنر جنرل ہندوستان سے شروع کر دی تھی۔

اس مقصد کے حصول کے لیے انگریزوں نے شیر دل سلطان ٹیپو کے مخالفین یعنی مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو اپنے ساتھ ملا لیا اس کے علاوہ جو سب سے بڑا غضب یہ بھی کیا کہ انھوں نے سلطان کے نمک حراموں کو بھی چن کر ان کو بھی سستے داموں خرید لیا اور ان سے وہ کام لیا جو ان کی فوج کئی محاذوں پر نہ کر سکی۔ سلطان کے نمک حرام وزراء اور امراء نے سلطان کے تمام راز انگریز کو اگل دیئے جس کی وجہ سے انگریز نے اپنی منصوبہ بندی صحیح طریقے سے کی اور اپنے مقاصد کو حاصل کر پائے۔

میسور کی چوتھی لڑائی میں سلطان کے غداروں نے اپنے کرتوت کا اظہار ایسے طریقے سے کیا کہ تاریخ اس کو تا حیات کائنات سیاہ حروف سے یاد رکھے گی اور ان غداروں نے حالت یہاں تک پہنچا دی کہ کرنل تھامسن کے قول کے مطابق:۔

میسور کی جنگ شروع ہونے سے قبل انگریزوں کے فوجی افسران جن میں پہلے

ا۔ انگریز لیفٹیننٹ بل۔

۲۔ انگریز لیفٹیننٹ لارنس۔

سلطان کے قلعے کی خندق پار کر کے سرنگا پٹم کا قلعہ دیکھنے آئے تھے اور اس طر معائنہ کرنے سے دشمن نے قلعہ کی خامیوں کو اچھی طرح جانچ لیا۔

۲فروری ۱۷۹۹ء کو جنرل ہیرس نے قلعہ پر حملہ شروع کیا۔ سلطان نے اپنے غداروں کی کمزوریوں کے باوجود مردانہ وار مقابلہ کیا۔

سلطان کے جزبہ حب الوطنی کی مثال ہے کہ قلعہ کے اندر لڑائی کے دوران سلطان کا وفادار کمانڈر رسید غفار شاہ شہید ہوا تو جب اس کو اس کی شہادت کی خبر ملی تو سلطان پر گہرا اثر ہوا اور س کے سامنے کھانا پڑا ہوا تھا اس نے کھانا چھوڑ دیا اور کہا کہ :

''سپہ سالار رسید غفار کی شہادت بتاتی ہے کہ غداروں نے اپنا کام کر دکھایا ہے ۔یاد رکھنا تم لاگ غلام ہو کر رہو گے اور چاول کے ایک ایک دانے اور پانی کی ایک ایک پھانگ کو ترسو گے۔''

اور یہ مجاہد اپنا کھانا چھوڑ کر مجاہدانہ طور پر طاؤس نامی گھوڑے پر سوار ہو کر ہتھیار باندھ اللہ کا نام لے کر ڈڈی دروازے سے باہر نکل کر قلعہ میں آ کر دشمن کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا تو انگریزوں نے جب سلطان کو دیکھا تو اس کی طرف لپکے تا کہ اس کو شہید کر دیا جائے۔

جوزف میکڈ فرانسیسی مدبر نے لکھا ہے کہ:۔

''اگر سلطان ٹیپو جان بچا کر بھاگنا چاہتا تو بھاگ سکتا تھا مگر اس مجاہد سپہ سالار اور مرد مومن نے عزت سے مرنا بھاگ جانے سے بہتر سمجھا۔وہ ایک مجاہد سپاہی کی طرح میدان میں دشمن کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔لڑائی کے دوران سلطان نے سوچا کہ کھلی جگہ پر لڑا جائے مگر جب پلٹا تو دیکھا کہ غداروں نے قلعے کا دروازہ ہی بند کردیا ہوا تھا اور اس طرح یہ غیور بہادر سپہ سالار اور مرد مومن دشمن کے نرغے میں پھنس گیا اور زخمی ہو کر گر پڑا دشمن کی بے غیرتی کا اندازہ لگائیں کہ جب دشمن نے خیال کیا کہ سلطان شہید ہو چکا ہے۔تو سلطان کو پالکی میں بٹھایا گیا اور انھوں نے سلطان کی سنہری پیٹی اور شمشیر اتارنا چاہی مگر شیر میں ابھی تک جان تھی اور اس کی غیرت زندہ تھی۔اس نے جب یہ دشمن کی حالت دیکھی تو جھپٹ کر تلوار سے وار کردیا جس پر انگریز نے ٹیپو سلطان کے داہنی کنپٹی پر گولی ماردی۔اب شیر دل سلطان ہمیشہ کے لیے غداروں سے جدا ہو گیا۔

ٹیپو سلطان ایک بہادر،غیور اور مجاہد سپہ سالار تھا اور وہ غیور مرد مومن تا حیات کائنات ہر ایک سے اپنی بہادر زندگی کی وجہ سے عقیدت کے پھول وصول کرتا رہے گا مگر غداروں کو یاد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔بلکہ ان پر لعنتیں برسانے والے بہت ہوں گے

۲۔ سلطان بطور مسلمان ہیرو

سلطان ٹیپو ایک جذبے، حوصلے، والے کا نام تھا، وہ ایمانی جذبے سے سرشار اور حوصلے، بردباری اور رحم دلی سے منور تھا۔ مائیں بہت کم ایسے جرنیل پیدا کرتی ہیں جن میں سلطان ٹیپو جیسی خصوصیات یا اوصاف پائے جاتے ہوں۔ سلطان ٹیپو نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرح مدد کسی دوسرے **ملک** نے نہ کی اور اکیلے ہی انگریز سپہ سالار کو شکست دی۔

۱۔ جنرل میتھوز

۲۔ جنرل میدوز کو بمقام سنی منگل کے مقام پر۔

۳۔ بریگیڈیر جنرل بریتھ ویٹ کو۔

۴۔ جنرل میکلوڈ۔

۵۔ کرنل کمیبلی اور کرنل بیلی کو

عبرت ناک شکستوں سے دوچار کیا۔

تمام مسلمان ممالک غلامی اور گم نامی کی زندگی بسر کر رہے تھے شمالی افریقہ، ایشیا اور ہندوستان میں بھی غلامی کے سائے پھیل رہے تھے۔ ایسے کٹھن اوقات میں سلطان ٹیپو نے آزادی کے لیے سر توڑ کوششیں کیں اور کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے شہادت کا جام نوش کر گیا اور خون سے آزادی کی شمع روشن کرنے والے بڑے بڑے مدبر، سیاست دان اور مفکر رہنما پیدا ہوئے۔ مثال کے طور پر:۔

۱۱۔ سر سید احمد خانؒ بالاکوٹ میں۔

۲۔علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ سیالکوٹ میں

۳۔مولانا حسرت موہانیؒ

۴۔مولانا محمد علی جوہر مسلم لیگ کے رہنما۔

۵۔آغا خانؒ

۶۔مولانا ظفر علی خاں۔

۷۔قائداعظم محمد علی جناح بانی پاکستان

یہ حقیقت ہے کہ سلطان ٹیپو کے خون سے جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں ہی انھوں نے آزادی کی آواز کی بلند کی اور آخر کار انھوں نے ۱۴اگست ۱۹۴۷ءکو اپنی کوششوں سے پاکستان حاصل کیا۔انگریز ہندوستان کو سونے کی چڑیا سمجھتا تھا اور اپنے مفادات کی خاطر اس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا مگر مسلمان ہیرو نے اس (انگریز) کی اس حرکت کو پسند نہ کیا۔سلطان نے ہندوستان کے مسلمانوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کیا اور وہ پکار پکار کر بار بار سوئی ہوئی قوم کے افراد کو کہتا رہا کہ:۔

''انگریز کی غلامی کا جوا اتار پھینکا جائے''

مگر افسوس کہ کسی نے بھی اس کی بات پر دھیان نہ دیا بلکہ مقامی راجے اور مہاراجے اور نواب وغیرہ اس کے خلاف ہو گئے اور اس کو اپنا دشمن سمجھنے لگیا ور جوان کا اصل دشمن تھا اس کو دوست جاننے لگے کیونکہ اس کا یہ مقصد یہ تھا کہ:۔

''انگریز کی حاکمیت کے بت کو پاش پاش کر دیا جائے اور عوامی حکومت بنائی جائے جہاں مسلمان ہیرو اور مجاہد کی طرح سوائے خدا

کے کسی سے نہ ڈرتا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پکا شیدائی اور متوالا تھا اور وہ آزادی کی نعمت کو خدا کی طرف سے بڑی نعمت کہا کرتا تھا۔

۱۔ اس کا مقولہ تھا کہ:۔

"شیر کی ایک دن کی زندگی گیڈر کی سو سالہ زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔"

۲۔ سلطان ٹیپو کا یہ دوسرا مقولہ تھا کہ:۔

"عزت کی موت بے غیرتی کی زندگی سے بہتر ہے۔"

اگرچہ سلطان ٹیپو ہمارے درمیان نہیں ہے مگر وہ اپنی بہادری، غیرت اور جہاد کے جذبہ ایمانی کی وجہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ سلطان ٹیپو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

"ٹیپو سلطان مر کر بھی زندہ ہے۔ اس کی قبر کی مٹی ہم زندوں سے زیادہ زندہ اور افضل ہے۔ تاریخ اس کے نام کا احترام کرتی ہے۔"

ٹیپو سلطان شہ زور بھی تھا اور فنون جنگ کا ماہر بھی، خدا ترس بھی جفاکش بھی، غیور بھی، اور نڈر بھی، غرج یہ کہ سلطان ٹیپو واقعی ایک مسلمان ہیرو تھا اور اس میں وہ تمام اوصاف اور خوبیاں موجود تھیں جو ایک ہیرو میں ہونی ضروری ہوتی ہیں۔ وہ آنے والی نسلوں کے خون کو گرماتا رہے گا اور آزادی کی تڑپ پیدا کرتا رہے گا اور آزادی کی راہ ان کو دکھاتا رہے گا۔

سلطان ٹیپو کی غیرت کا یہ سب سے بڑا ثبوت تھا کہ اس نے دوسرے تو ایوں ہسرداروں اور نوابوں کی طرح انگریز کمپنی کو خراج دینے سے صاف انکار کر دیا اس نے جان تو دے دی مگر اس نے انگریز کے سامنے جھکنا پسند نہ کیا اور ہندوستانی حکمرانوں کی طرح خروج دینے سے انکار کر دیا تھا وہ غیر کے آگے جھک نہیں سکتا تھا۔وہ شیر تھا جو کہ جنگل میں دھاڑتا ہے اور اپنی آزادی کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے کہ سلطان ٹیپو ایک مجاہدانہ طبعیت کا مالک تھا اور وہ باپ کی طرح ساری عمر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا جس پر رہتی دنیا تک مرمومن اور غیور آدمی عقیدت کے پھول اسکی قبر پر نچھاور کرتا رہے گا اس نے اسلام کا سپوت ہونے کا حق ادا کر دیا میدان میں کامیابی یا ناکامی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس مجاہد کی ہر میدان میں نصرت فرمائی اور اس کو بہت سے معرکوں میں فتح حاصل ہوئی مگر اب اس شکست کا باعث اس کے لیے غدار اور نمک حرام امراء اور وزراء ہی بنے اگر چہ سلطان نے ایک مسلمان ہیرو کی طرح اپنی جان دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے قربان کر دی۔

۳۔سلطان بطور شجاعت پسند انسان

یہ حقیقت ہے کہ سلطان ایک شجاعت پسند انسان تھا۔ٹیپو سلطان نے اپنی بے نظیر شجاعت اور قوت برداشت کا ثبوت دیا اور دشمن کے خلاف مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا شہید ہوا اگر چہ وہ بھاگنا چاہتا تو بھاگ بھی سکتا تھا بعض اہل کاروں نے سلطان

کوقلعہ چھوڑ کر چلے جانے کا مشورہ بھی دیا مگر جب اس نے حالات کا جائزہ لیا تو اس نے بھاگنے کی نسبت مردوں کی طرح میدان میں لڑنے کو ترجیح دی اور آخری دم تک لڑتا ہی رہا مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس کے اپنے جرنیل اس کے خلاف منافقانہ چالیں چل رہے تھے اور غداری میں مرتکب تھے اگر اس کے امراء اور وزراء سلطان کے ساتھ غداری نہ کرتے تو ممکن تھا کہ اس وقت بھی سلطان اتحادی افواج کو شکست سے مار دیتا مگر اپنے غداروں کی وجہ سے انگریزوں سے مات کھا گیا۔ اس موقع پر کورگ کے راجہ کے اس کمینے اور غدارانہ طرز عمل کو بھی تاریخ نے فراموش نہیں کیا جب کہ سرنگا پٹم کی تسخیر پر اس نے خوشی کے شادمانے بجائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس راجہ کو تو سلطان کے ساتھ خدا واسطے کی دشمنی تھی۔ وہ ناعاقبت اندیش اور احمق راجہ یہ بھی نہ سوچ سکا تھا کہ سلطان ٹیپو کی ناکامی اور شکست پورے ہندوستان کی آزادی کا خاتمہ اور مسلمانوں کی یا ہندوستانی عوام کی غلامی کی ابتداء تھی۔ بحر حال سلطان ٹیپو نے اس انداز می جام شہادت نوش کیا کہ قوم اس کو ہمیشہ شجاعت پسند انسان کے علاوہ ایک بہادر اور محب وطن سپہ سالار کے نام سے یاد رکھتی رہے گی۔ ٹیپو سلطان نے ایک شجاعت پسند انسان کی طرح جو کچھ بھی کیا وہ صرف ہندوستان کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے کیا تھا۔

جب تک اس کی جان میں جان رہی سلطان کی شجاعت کا اندازہ قارئین اس سے لگا سکتے ہیں کہ ہندوستان کے مرہٹے اور نظام حیدرآباد معہ دیگر کورگ کے راجے وغیرہ اکیلے سلطان کے خلاف تھے اور انھوں نے اپنے سارے وسائل سلطان کے

خلاف استعمال کیے مگر وہ شجاعت اور دلیری کا پروردہ سپوت بالکل نہ گھبرایا اور اکیلا ہی سب کے خلاف لڑتا رہا۔اس کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اس کے اپنے گھر کے نمک حرام اور غدار امراء اور وزراء بنے۔ورنہ حالات بہت حد تک مختلف ہوتے اور عین ممکن تھا کہ وہ انگریز کو ہندوستان سے مار بھگاتا۔مگر اپنے گھر کو اس کے خود اپنے گھر والوں نے آگ لگائی جس کی سلطان کو بجھانے کی فرصت نہ مل سکی۔

اللہ تعالی اس مردِ مجاہد کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اس نے اپنی زندگی کے آخر سانس تک ہندوستان کی آزادی کے لئے جنگ کی۔حتی کہ اس نے اپنی قیمتی جان بھی قربان کردی۔

۴۔سلطان بطور رحم دل حکمران

بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ سلطان کی ناکامی کا باعث ایک طرف تو اس کے اپنے نمک حرام اور غدار امراء اور وزراء تھے اور دوسری بڑی وجہ اس کی ضرورت سے زیادہ رحم دلی بھی تھی۔وہ اس قدر رحم دل انسان اور حکمران تھا کہ جرم ثابت کے بعد سزا دینے کی صورت میں ایک تو معاف کر دیتا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ پھر ان سازشی افراد کو اعلی عہدوں پر فائز کر دیتا جو کہ بڑی غلطی اور ناعاقبت اندیشی تھی یہ بات تو تسلیم کی جاتی ہے کہ سلطان نے رحم دلی کی وجہ سے ایک مجرم کو معاف کر دیا اس پر تو اس کو اللہ تعالی کی طرف سے نیک اجر تو ملے گا۔مگر دوبارہ اسی نمک حرام اور مجرم کو ایک کلیدی عہدے پر مقرر کر دینا ایک غلطی شمار ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہی

مجرم، دلیر اور بہادر بن کر دوبارہ جرم کرنے شروع کر دیتا ہے۔اس لیے مناسب یہی تھا کہ وہ مجرموں کو معاف کر دیتا مگر ان کو دوبارہ اعلیٰ عہدوں پر نہ لگاتا۔تو ممکن تھا کہ سلطنت خداداد میسور کو اس قدر نقصان نہ ہوتا۔سلطان کے والد محترم نے بھی سلطان کو لکھا کہ ''میرے بعد میر صادق، میر قاسم علی اور پورنیا کو قتل کر دیا جائے ان کی نیتوں میں فتور ہے۔''

مگر سلطان نے والد کے خط کی پرواہ نہ کی اور رحم دلی کی حالت میں ان کو اعزازات سے نوازتا رہا جس کی وجہ سے وہ غدار سلطان پر حاوی اور غالب آ گئے اور سلطنت خداداد کو نقصان پہنچا۔سلطان ایک اچھا منتظم، حکمران اور بہادر سپہ سالار تھا۔وہ انگریزوں کے بار بار اتحادی صورت میں حملہ آور ہونے کے باوجود ان سے مقابلہ کرتا رہا اور اپنی سلطنت خداداد کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھا۔اس نے عوام کی خاطر جنوبی ہند میں مسجدوں کو جاگیریں عطا کیں تو وہاں کے مندروں کو بھی جاگیریں الاٹ کیں۔یعنی اس نے ایک انسان کی حیثیت سے رواداری سے کام کیا اور ایک منصف اور عادل حکمران ہونے کا ثبوت دیا اس نے کسی سے بھی تعصب روا نہ رکھا بلکہ اس نے پنڈتوں اور پروہتوں کو بھی شاہانہ نوازشوں سے نوازا سلطان کے عوام کے ساتھ رویے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ بڑا ہی رعایا پرور حکمران تھا۔

سلطان شہید کے زیر نگیں علاقے اور اس کے ملحقہ علاقوں کو سرسری نظروں سے دیکھ لینے سے سلطان کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

ٹیپو سلطان ایک رحم دل حکمران تھا وہ سب کے ساتھ مساوی سلوک اور نرم دلی

سے پیش آیا تھا جس کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے

۱۷۔ حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے دور حکومت کا تقابلی جائزہ

سلطان ٹیپو کے باپ حیدر علی نے سلطنت خداداد کو حاصل کیا تھا اور وہ انگریزوں ہمرہٹوں کے خلاف جنگ کرتا رہا۔اس نے اپنی ریاست کو خوش حال اور مضبوط خطوط پر استوار کرلیا تھا۔مگر اس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا سلطان ٹیپو نے بھی اسی سلطنت کے انتظام وانصرام کے سلسلے میں اپنی جان قربان کردی۔مگر دونوں حکمرانوں کے حالات میں مورخین نے بہت فرق بیان کیا ہے یعنی حیدر علی جن حالات میں حکومت کرتا رہا اور سلطان ٹیپو کو جن قسم کے حالات ملے ان میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔جن کا تذکرکرنا مناسب ہوگا تاکہ قارئین کو دونوں کے حالات کا بھی علم ہو جائے اور دونوں کے بارے میں صحیح رائے کا تعین ہو سکے۔

حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے دور حکومتوں میں درج ذیل فرق پایا جاتا تھا۔جس کی وجہ سے سلطان ٹیپو کو جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

حیدر علی	سلطان ٹیپو
۱۔حیدر علی کو اتحادی افواج کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔	۱۔سلطان ٹیپو کو اتحادی افواج انگریزوں ،مرہٹوں اور نظام حیدرآباد کی افواج کا مقابلہ کرنا پڑا۔
۲۔میسور کی پہلی جنگ میں حیدر علی کو نظام دکن کی حمایت حاصل تھی	۲۔سلطان ٹیپو کو انگریز ،نظام دکن اور مرہٹوں کے اتحاد سے اکیلے لڑنا پڑا۔

۳۔دوسری میسور کی جنگ میں فرانسیسی اس کے ساتھ تھے اور نظام غیر جانبدار رہا مرہٹے بھی انگریز سے لڑ رہے تھے	۳۔سلطان ٹیپو کے دور میں میسور کی تیسری لڑائی میں سوار فوج مرہٹوں نے مہیا کر دی تھی
۴۔حیدر علی کے وقت انگریز کے پاس سوار فوج نہ تھی۔	۴میسور کی چوتھی لڑائی میں انگریز نے اپنی سوار فوج تیار کر لی۔
۵۔پہلی اور تیسری جنگ میں حیدر علی اور کمپنی کی فوجوں میں چار اور ایک کی نسبت تھی۔	۵ میسور کی چوتھی لڑائی میں سلطان کے پاس فوج کم تھی
۶۔حیدر علی سلطان ٹیپو کی طرح رحم دل نہ تھا بلکہ وہ غداروں کو ختم کرنے کے حق میں تھا	۶۔سلطان ٹیپو اور انگریزوں کی تسری جنگ میں یہ تناسب دو اور ایک ہو گیا۔یعنی سلطان کی فوج سے انگریز کی فوج دگنی تھی۔
۷۔حیدر علی کو غداروں سے زیادہ واسطہ نہ پڑا۔	۷ میسور کی تیسری لڑائی میں صلح کی رو سے سر بگا پٹم کے تحت سلطان کی فوج میں کمی کر دی گئی اور کمپنی کی افواج میں اضافہ کیا گیا۔
۸۔حیدر علی کو اعلیٰ ظرف وزراء اور سپہ سالار ملے جن میں اس کا اپنا ہونہار ،بہادر فرزند سلطان ٹیپو بھی شامل تھا۔	۸۔میسور کی تیسری لڑائی میں انگریز کی فوج ،اسلحہ اور دیگر وسائل جنگ میں بھی سلطان ٹیپو سے زیادہ تھی۔

۹۔حیدرعلی کے دورِحکومت می انگریزوں کے پاؤں جمے نہیں تھے وہ ابھی تک مکمل با اختیار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس قدر طاقتور ہی تھے۔	۹۔سلطان ٹیپو کو غداروں کا سامنا کرنا پڑا ۔سلطان ٹیپو کے دور می انگریز کے پاؤں جم گئے تھے
10۔حیدرعلی نے صرف کمپنی کا مقابلہ کیا ۔برطانیہ کی حکومت کا مقابلہ نہ کرنا پڑا ۔جس کی وجہ سے وہ زیادہ کامیاب رہا۔	10۔۱۸۵۷ء کے بعد گورنر جنرل کو مکمل اختیارات مل گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات ختم ہو گئے۔انگریز پہلے کی نسبت زیادہ طاقتور اور با اختیار ہو گیا تھا۔
۱۱۔حیدرعلی نے بھی انگریز کے ساتھ مقابلہ کیا خوب کیا اور کئی محاذوں پر شکست دی مگر انگریز کو آگے بڑھنے نہ دیا۔	۱۱۔میسور کی چوتھی جنگ میں سلطان کی مدد کسی نے بھی نہ کی جب کہ انگریز کا ساتھ دینے والے زیادہ تھے۔
	۱۲۔سلطان کو ایسٹ کمپنی اور برطانوی حکومت کا اکٹھے مقابلہ کرنا پڑا۔ ۱۳۔سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور شہادت پائی۔

دنیا کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہں ہے کہ ہر عظیم انسان کامیاب ترین انسان بھی ہو ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ بہت ہی عظیم المرتبت شخصیات ایسی بھی گزری ہیں کہ وہ بظاہر بالکل ناکام رہیں مگر پھر بھی دنیا نے ان کے سر پر

عظمت کا تاج رکھنا محو نہ کیا۔ جن میں درج ذیل شخصیات اہم شمار کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت امام حسین علیہ اسلام۔

۲۔ ہنی پال۔

۳۔ نپولین بوناپارٹ۔

۴۔ اتاترک۔

۵۔ سلطان ٹیپو وغیرہ۔

مندرجہ بالا کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے جن کی ناکامی ان کی شہرت اور بقا کے دوام کو کم نہ کر سکی۔ سلطان ٹیپو ان نامور شخصیات میں سے تھے جن کا ثانی صدیوں پیدا نہیں ہو گا اور اگرچہ بظاہر ان کی زندگی ناکام معلوم ہوتی ہے مگر اس کی ناکامی اس کی عظمت کو کم نہ کر سکی اور نہ مستقبل میں ہی اس کے بلند مرتبے کو گھٹا سکے گی۔

میسور کا چپہ چپہ آج بھی سلطان کی عظمت کو پکار پکار کر سلام کرتا ہے اور ایک فاتح کینہ پرور دشمن کی ہر ممکن کوشش کے باوجود ہندوستان کے اس مایہ ناز سپوت کی ابھی تک جنوبی ہند کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے دل میں یاد تازہ ہے اور وہاں ہر گوشہ سلطان مرحوم کی عدیم المثال رواداری، بےظیر وسعت قلب اور لاثانی بے تعصبی کی زندہ شہادت ہے۔

سلطان کی رواداری کی یہ مثال ہے کہ اس نے اگر کسی مندر میں تقریب منعقد ہوئی ہے تو وہاں بھی تمام اخراجات اپنی جیب سے خاص سے برداشت کیے ہیں حالانکہ ہندو اسلام کے خلاف طریقہ زندگی ہے۔ سلطان کی رواداری، عدل و

انصاف اور شجاعت و بہادری کے دشمن بھی قائل ہیں۔

ایک انگریز مورخ لیون بی لورنگ نے سلطان کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

"ٹیپو سلطان اعلیٰ درجے کا شہسوار اور تیر انداز تھا۔ بڑی بڑی جنگوں میں اس نے اپنی بہادری اور جنگی قابلیت کے ثبوت دیے۔ مرہٹوں اور جنرل میڈوز کے مقابلہ میں اس کی صف بندیاں اور جنوبی ارکاٹ میں اس کے تہی تیغ حملے محتاج وضاحت نہیں ہیں۔ سلطان ٹیپو بڑا جدت پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کئی شہروں کے نام تبدیل کر دیئے سابقہ قوانین میں بھی اہم تبدیلیاں کیں

سلطان نے پرانے گز کی پیمائش میں تبدیلی کی یعنی اس نے ۴۸ انگشت کا گز مقرر کیا کیونکہ کلمہ طیبہ کے ۴۸ حروف ہیں۔

کوس دو میل کی بجائے تین میل کا مقرر کیا سلطان نے سالوں اور مہینوں کے بھی نام تبدیل کیے۔"

باب نمبر ۱۸۔ سلطان کی سیرت و کردار

ہر انسان کی شخصیت اس کے کردار کی پر تو ہوتی ہے اگر اس شخص کا کردار اور سیرت اچھی ہوگی تو وہ شخصیت عمدہ کہلائے گی بصورت دیگر سلطان کی سیرت و کردار اس کی زندگی کے حالات سے واضح ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

ا۔ حلیہ :۔

سلطان ٹیپو کا رنگ گندی، ناک خمدار، اور آنکھیں بڑی بڑی چمک دار تھیں ۔چہرہ کے خدوخال نہایت نازک تھے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے تھے۔جسم سڈول اور قد پانچ فٹ آٹھ انچ تھا سلطان داڑھی منڈھواتا تھا اور موچھوں کو بڑھا کر ان کو بل دے کر رکھتا تھا۔

۲۔ لباس :۔

سلطان نہایت سادہ لباس پہنتا تھا اور دستار پر ایک سفید رومال باندھتا تھا۔وہ زیادہ تر سفید لباس پہنتا تھا کمر کی پٹی میں خنجر اور تلوار لٹکائے رکھتا تھا۔

۳۔ سلطان کی زندگی کا معمول

سلطان صبح سویرے جاگتا اور نماز سے فارغ ہو کر ایک گھنٹہ تک قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا۔ اس کے بعد سیر کرتا تھا۔ سیر سے فارغ ہونے کے بعد ناشتہ کرنے کے بعد باہر سے آئے ہوئے خطوط کے جواب لکھواتا اور بعض اوقات وہ خود بھی جوابات لکھتا تھا۔ اس کے بعد فوج کا معائنہ کرتا تھا۔ سلطان کی غذا بہت سادہ اور عمدہ تھی اس میں زیادہ تر دودھ اور پھل شامل ہوتے تھے شام کا کھانا کھانے کے بعد دور تک سیر، ہوا خوری کے لئے جاتا تھا۔ سیر سے واپس آ کر کتاب کا مطالعہ کرتا اور رات کے دس بجے کے قریب سو جاتا تھا۔ سلطان ہر قسم کے دینی اور دینوی معاملات میں یکساں قابلیت رکھتا تھا۔

۴۔ علم پروری

سلطان ٹیپو ایک اعلیٰ درجے کا نثر نگار اور شاعر تھا۔ سلطان یا دیگر کسی ذمہ دار شخصیت کو خط لکھتا تھا اس کے مضمون کی ترتیب خود بناتا تھا۔ جو اس کی نثر نگاری کا بہترین نمونہ ہوتی تھی۔ سلطان نے قومی محکمے کے لیے ایک کتاب لکھوائی تھی جس کا نام تحفۃ المجاہدین رکھا گیا تھا۔ اس کے احکام وغیرہ سلطان کی خاص نگرانی میں لکھے گئے تھے اور اس کتاب میں بہت سے مضامین اور اشعار سلطان کی تصنیف ہیں۔

سلطان کی علم پروری کا منہ بولتا ثبوت اس یونیورسٹی سے ملتا ہے جو اس نے سرنگا پٹم میں قائم کی۔ اس میں مذہبی تعلیم کے علاوہ طب، تجارت، جنگ اور دوسرے علوم

کی تعلیم دی جاتی تھی ۔

۵۔ رفاہ عامہ کے کام

سلطان کے دل میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔اس نے اپنی سلطنت میں جگہ جگہ یتیم خانے اور سرائیں تعمیر کروائیں ۔ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے مندر بنوائے جو کہ سلطان کے بے تعصب ہونے کا ثبوت ہے ۔اگر کسی مندر میں کوئی خاص مذہبی تقریب منقعد کی جاتی تو اس کا سارا خرچ سلطان اپنی جیب سے برداشت کرتا تھا۔

۶۔ رحم دلی

سلطان بڑا رحم دل حاکم تھا۔ رعایا کا غم اس کو پریشان کرتا رہتا تھا اس نے جہاں اور بہت سے رفاہ عامہ کے کام شروع کیے وہاں اس کا یہ رحم دلی کا واقعہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ:۔

> ''ایک دفعہ سلطان جنگ کے دنوں میں ایک خیمہ میں رات کے وقت سو رہا تھا کہ باہر سے کسی آدمی کے کراہنے کی آواز آئی ۔سلطان اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ ایک قیدی پیاس کی شدت سے کراہ رہا ہے ۔سلطان نے خود جا کر اس کو پانی پلایا اور خود اس وقت تک نہ سویا جب تک کہ وہ قیدی سو نہ گیا ۔سلطان ایک نہایت ہی نرم

دل جُو اور غیر متعصب فرماں روا اور صلح جوئی کا جیتا جاگتا مجسمہ تھا ۔طبیعت میں منکسر المزاجی بہت زیادہ تھی ۔

۷۔ گفتگو اور زبان

سلطان بڑی نرمی سے بات کرتا تھا اور وہ فارسی زبان پر عبور رکھتا تھا اور ہمیشہ فارسی میں ہی بات چیت کرتا تھا۔مگر اس کے علاوہ اردو،عربی ،فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کو بھی جانتا تھا ۔گزشتہ شاہان ہند کی عیش پسندیوں کا انجام دیکھتے ہوئے سلطان نے ہر قسم کے تکلفات سے کنارہ کرلیا تھا۔آداب وسلام تحریر وتقریر اور درباری نشست وبرخاست میں بالکل سادگی اختیار کرتا تھا۔

سلطان ٹیپو ایک شاعر مزاج حکمران تھا وہ معمولی سے معمولی کام پر بھی پوری توجہ دیتا تھا۔علم وفنون ،تجارت ،طب اور مذہبی معاملات میں یکساں طور پر رائے اور توجہ دیتا تھا ۔سلطان کو چونکہ فارسی زبان پر عبور حاصل تھا وہ ہمیشہ خط و کتابت میں مصروف اور مشغول رہتا تھا۔سلطان کے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط اور مراسلات ترتیب کے ساتھ ایک رجسٹر میں درج تھے ۔

۷۔ سلطان ٹیپو کے دور کے سکے کا اجرا

ٹیپو سلطان نے اپنے دور میں ایک نیا سکہ رائج کیا جس کے چہرے والے رخ پر ''دین محمدی'' کا اعلان اور دوسری طرف پر یہ فقرہ لکھا ہوا تھا:۔

''اوست سلطان عادل''

یہ سکہ سرنگا پٹم میں ۱۷۸۹ء میں ڈھالا گیا تھا اس کا نام سکہ امامی رکھا گیا

۸۔ اطاعت والدین

سلطان اپنے والدین کا تابع فرماں فرزند تھا۔ایک دفعہ نواب حیدر علی نے سلطان کو کوڑے سے پیٹا مگر باپ کی اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے سلطان نے اف تک نہ کی اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔اس طرح سلطان اپنی والدہ کا بھی بہت احترام کرتا تھا اور بچوں کو اپنے والدین کا احترام کرنے کی تلقین کرتا تھا۔

۹۔ جہاد کا جذبہ

سلطان ٹیپو ایک مسلمان مجاہد تھا وہ پرہیز گار اور متقی بھی تھا۔آزادی کی زندگی اور عزت سے رہنا اس کو پسند تھا۔وہ خود بھی انگریز کے خلاف ساری زندگی جنگ کرتا رہا اور آئندہ نسلوں کو بھی جہاد کرنے کا سبق دے گیا۔وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ:۔

''مسلمان پر غلامی کی زندگی حرام ہے کافروں کو خراج دینا کسی صورت جائز نہیں۔جمعہ کے دن خطبہ اور عیدین کے موقع پر جہاد کی ترغیب دلائی جاتی تھی۔''

سلطان ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف ساری عمر جہاد کر کے ہندوستان کے عوام میں آزادی کا شعور بیدار کر دیا۔جس کی روشنی میں تقریباً ایک صدی کے بعد

مسلمانوں نے آزادی پاکستان کی صورت میں حاصل کرلی۔

۱۰۔ مذہبی رواداری

سلطان ٹیپو بڑا وسیع القلب حکمران تھا اس کے دل میں کسی قسم کا تعصب اور حسد نہ تھا۔ سلطان اس قدر فراخ دل تھا کہ وہ ہندو مذہب، سکھ مذہب کا احترام کرتا تھا ان کے پنڈتوں اور گروؤں کی عزت کرتا تھا۔ کسی پر بلاوجہ اعتراض یا تنقید نہ کرتا تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سلطان کے محل کے نزدیک ہی ایک ہندوؤں کا مندر تھا جس کو سلطان نے گرایا نہیں تھا بلکہ سلطان نے مندوروں کے نام جاگیریں مخصوص کر دی تھیں تاکہ اخراجات پورے ہوتے رہیں ایک دفعہ سلطان نے ایک گروجی کو ایک جوڑی شال اور دیوی کے بت کے لیے کپڑے عطا کیے تھے ہندو رعایا کو بہت مراعات اور سہولیات حاصل تھیں۔ ہندوؤں کے اس سے تعلقات بہت اچھے تھے۔ سلطان کا ایک وزیر اعظم جس کا نام گشن راؤ تھا وہ بھی ہندو ہی تھا۔

۱۱۔ جنگی قابلیت

سلطان ٹیپو کمال کی جنگی مہارت رکھتا تھا۔ وہ قلعوں کی تعمیر اور فوجی معاملات میں ایک ٹھوس رائے رکھتا تھا بورنگ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ:۔

> ”وہ وزارت کا کام کرسکتا تھا سپہ سالاری میں طاق تھا امیر البحر بھی تھا۔ جنگی بیڑوں کی بناوٹ میں اہم مشورے دیتا تھا اس کے علاوہ

جنگ کے میدان میں اس کی شہرت ایک مثال تھی جنگ کے دوران دشمن کی صفوں میں گھس کر بے جگری سے لڑتا تھا۔ سلطان کی فوج وقت کے مطابق تربیت یافتہ تھی اسے صرف اپنے غداروں کی وجہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔"

ٹیپو سلطان اعلیٰ درجے کا شہ سوار اور تیر انداز تھا۔ بڑی بڑی لڑائیوں میں اس نے اپنی بہادری اور جنگی قابلیت کے مظاہرے کیے مرہٹوں اور انگریزوں کے خلاف اس کی صف بندیاں اور جنوبی ارکاٹ میں اس کے تند خو حملے محتاج بیان نہیں ہیں۔

۱۲۔ اہم تصنیف

سلطان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مصنف بھی تھا۔ وہ علم فنون و تجارت، طب، اور مذہبی امور میں یکساں قسم کی قابلیت کی رائے رکھتا تھا، سلطان نے فوجی قوانین کا ایک مجموعہ کتابی صورت میں تیار کیا تھا جس کا نام "فتوحات غازیاں" رکھا گیا۔ اس کتاب کے ۱۸ ابواب تھے۔ اس کتاب میں ورزشوں اور فوجی کرتبوں کے بارے میں مکمل جامع ہدایات درج کی گئی تھیں اور ہر ایک افسر کے فرائض کی بھی تشریح کی گئی تھی وہ سب تدابیر او طریقے کہ شب خون کس طرح مارا جاتا ہے یا کھلے میدان میں کس طرح جنگ کی جاتی ہے؟

اس کتاب میں درج تھا۔

ٹیپو سلطان نے ۱۷۹۳ء میں ایک اعلان جاری کیا جس کے مطابق

پیدل فوج پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی اور سواروں کی فوج کے تین حصے بنائے گئے۔

۱۔اول با قاعدہ رسالے۔

۲۔دوم سلاح دار۔

۳۔سوم غارت گر سوار۔

ان تینوں قسموں کے پہلے درجہ کے سواروں کو سواران عسکری کہا جاتا تھا سلح دار سواروں کی تعداد چھ ہزار رکھی گئی۔ٹیپو سلطان کی دوررس نظروں اور دوربین نظروں نے جہازوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا تھا۔اس کے بارے میں جو احکام صادر کیے گئے ان سے سلطان کی اولوالعزمی کا حال معلوم ہوتا ہے۔لیکن افسوس کی بات ہے کہ تعمیل کی نوبت نہ آئی۔اس نے ۱۷۹۶ء میں امیر البحروں کی ایک جماعت قائم کی جس کے گیارہ اراکین تھے۔ان اراکین کا لقب ''میر یم'' رکھا گیا تھا۔

بحری فوج کے متعلق بیس جنگی جہاز بڑے اور بیس چھوٹے تھے۔جنگی جہاز دو حسوں میں تقسیم کیے گئے تھے۔

۱۔درجہ اول کے ہر جہاز پر ۷۲ توپیں رکھنے کا حکم تھا۔

۲۔دوسرا درجہ کے جہاز پر ۶۲ توپیں زیادہ چھوٹے جہازوں پر ۴۰ توپیں رکھنے کا حکم تھا۔

سلطان نے امیران میریم کی جماعت میں جہازوں کے نمونے بھیجے کہ اس طرح کے جہاز تیار کیے جائیں اور جہازوں کے پہندوں کے واسطے ہدایت کی گئی

تھی کہ تانبے کے لگائے جائیں لیکن اس زبردست تکمیل کے پایہ تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ہی عہد سلطانی زوال پذیر ہو گئی اور سلطان شہید ہو گیا۔

۱۳۔ علم دوستی

سلطان ٹیپو علم دوست حکمران تھا سلطان نے نہ صرف ملکی معاملات اور فوجی امور پر ہی تجاویز و ہدایات مرتب کیں بلکہ اس نے دین کی تبلیغ و ترویج کے لیے بھی دل کھول کر کام کیا۔ سلطان کے حکم سے ہر گاؤں میں مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ جہاں دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی طرف آنے کی صدا بلند ہوتی تھی اور ان مساجد میں مئوذن، علماء اور قاضی مقرر کیے گئے تھے جن کو سرکاری خزانے سے وظائف دیے جاتے تھے۔ ان مساجد میں گاؤں کے بچوں کو دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ جس سے لوگوں میں دین کا شعور بیدار ہوا اور لوگون نے اسلام کے نام پر سلطنت خداداد کے ہر حکم پر لبیک کہا۔

۱۴۔ سلطان کی پرہیزگاری۔

سلطان ٹیپو کی تربیت حیدر علی نے جنگی علوم کے علاوہ دینی علوم میں بھی کی تھی۔ وہ باپ کی طرح اسلام کا پکا متوالا اور شیدائی تھا سلطان صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھتا اور اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ وہ پکا نمازی اور قرآن کی تلاوت کا پابند تھا۔ اس نے جب مسجد کا افتتاح کیا تو کہا کہ:۔

''اس عظیم مسجد کا افتتاح وہ شخص کرے جس نے کوئی نماز قضا نہ کی ہو کوئی بھی نہ

اٹھا اور آخر کار سلطان خود اٹھا اور کہا کہ:۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ساحب ترییت ہوں۔اس کے بعد سلطان نے مسجد اعلیٰ میں پہلی نماز کی امامت کی فحش کاموں سے نفرت تھی۔وہ اپنا جسم کلی طور پر ڈھانپ کر رکھتا تھا۔اس کا حکم تھا کہ ''کوئی عورت بے چادر باہر نہ نکلے۔ہندو عورتوں کی فروخت کو ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔''

سلطان ایک پکا مسلمان اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند تھا۔اس نے ریاست میں لوگوں میں عدل وانصاف کا رواج پیدا کیا ہر شخص کے ساتھ انصاف کی رو سے سلوک کیا جاتا تھا۔رعایا سلطان سے بہت خوش اور خوش حال تھی۔

میسور گنزیٹیر مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

> ''سلطان ٹیپو میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ وہ دن بھر آرام کیے بغیر سلطنت کے کاموں میں مصروف رہتا اور ہر کام ذمے اور باقاعدگی سے سرانجام دیتا اور روزانہ اس قدر خط وکتابت کرتا کہ اس کی جفاکشی اور اس کے دل ودماغ پر حیرت ہوتی تھی۔''

۱۵۔غیرت

سلطان بڑا خوددار اور غیرت مند حکمران تھا۔میسور کی تیسری لڑائی کے نتیجہ میں جب اس نے اپنے دو بیٹوں کو انگریز کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تو اسے اس نے نبھایا اور کہا کہ:۔

''مسلمان اپنا عہد ہر حال میں پورا کرتا ہے۔''

اور وہ اپنی غیرت کی وجہ سے اپنی شہادت تک کبھی اپنے پلنگ پر نہ سویا بلکہ وہ فرش پر چٹائی پر سویا کرتا تھا۔ فرش پر صرف موٹا کھدر بچھا ہوتا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ

''وہ انگریز سے انتقام لینے تک بستر پر سونا حرام سمجھے گا۔''

غیرت مند اور پُرعزم سلطان خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر ہرگز نہ گھبرایا اور انگریز سے بار بار ٹکرایا مگر شہادت حاصل کر کے اپنی سلطنت گنوا دی مگر انگریز کے آگے سر نہ جھکایا۔

باب نمبر ۱۹۔ اقوال زریں

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ سلطان ٹیپو آج کی صدی کی طرح کے حکمرانوں کی طرح زبانی جمع خرچ کا قائل نہ تھا وہ اپنے وعدوں کو پورا کر کے دکھاتا تھا اصل میں سلطان ٹیپو گفتار کے علاوہ کردار کا بھی پابند حکمران تھا وہ بڑا غیرت مند، بہادر، اور دلیر تھا۔اس جیسے غیرت مند صدیوں کے بعد ہی مائیں پیدا کرتیں ہیں۔مختلف اوقات میں سلطان نے اپنی زندگی کے عملی حوالوں سے اقوال زریں مرتب کیے تھے۔

مصنفین نے سلطان ٹیپو کے حالات زندگی کا مختلف کتب سے مطالعہ کیا ہے ۔جہاں اس کی دوسری خوبیاں اور اوصاف قابل ستائش پائے گے ہیں وہاں اس کے اقوال زریں بھی سنہری موتیوں سے کم نہیں ہیں۔سلطان ٹیپو کے اقوال زریں درج ذیل ہیں:۔

۱۔"گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہوتی ہے"۔

۲۔ہزاروں آدمی وطن کی آزادی کے لئے مر سکتے ہیں مگر ان کیوطن کی محبت کے جذبے نہیں مٹ سکتے۔

۳۔"ذلت اور بے حیائی کی زندگی سے عزت کی موت سے مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔"

۴۔"مجاہد موت سے نہیں مرتا بلکہ وہ زندہ رہتا ہے۔"

۵۔"مسلمان ہر حال میں اپنا عہد پورا کرتا ہے۔"

۶۔ ’’موت یقینی ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے بلا لے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔‘‘

۷۔ ’’جب تک مسلمان سادہ زندگی اختیار نہیں کریں گے دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے۔‘‘

۸۔ ’’مردوں کی بہترین تصویر ان کی جواں مردی ہے۔‘‘

۹۔ ’’اسلام اور آزادی علیحدہ نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔‘‘

۱۰۔ ’’آزادی کی موت غلامی سے بہتر ہے۔‘‘

۱۱۔ ’’انگریز ایک مکار قوم ہے جو میدان جنگ میں سازشی قلعے تعمیر کر کے عیاری اور مکاری کے ہتھیاروں سے لڑتی ہے۔‘‘

۱۲۔ ’’جہاد مسلمانوں کی خانہ جنگیاں ختم کر دیتا ہے۔‘‘

۱۳۔ ’’رضائے مولیٰ بر ہمہ اولیٰ‘‘ (خدا کی رضا سب پر حاوی ہے)

۱۴۔ ’’مسلمانوں میں تنظیم کی سخت ضرورت ہے۔‘‘

۱۵۔ ’’ذلت اور بے حیائی کی زندگی سے عزت کی موت مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔

۱۶۔ ’’صرف جہاد ہی کے ذریعے مسلمان غیروں کے تسلط سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

۱۷۔ ’’سلطان کو جب یہ معلوم ہوا کہ انگریزوں نے سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا ہے اور چند ایک درباری بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں اور وفادار کمانڈر رسید غفار شہید ہو گیا ہے تو سلطان نے درباری وزیروں سے کہا کہ:۔

’’اس غداری کا نتیجہ تمھیں اس وقت معلوم ہوگا جب تم اور تمہاری آئندہ نسلیں اس ملک میں محتاج اور ذلیل ہو کر چاول کے ایک ایک دانے اور پیاز کی ایک ایک پھانک گٹھی تو ترسیں گی۔‘‘

۱۷۹۰ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر کو ہندوستان سے ایک انگریز نے خط لکھا کہ مشرق کے تمام فرماں رواؤں کے مقابلے میں ٹیپو سلطان ہمت اور جرات کے لحاظ سے فوقیت رکھتا تھا۔

مل لکھتا ہے کہ:۔

’’حیدر علی نے صرف انگریز کمپنی کا مقابلہ کیا جب کہ سلطان ٹیپو نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت کا اکٹھا مقابلہ کیا اور جنگ کے لیے دونوں نے وسائل ایک جگہ کر دیے۔‘‘

مگر سلطان نے ہمت نہ ہارا اور جان دے دی۔

باب نمبر ۲۰ سلطان ٹیپو کا مقام

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

علامہ اقبال کی نظر میں سلطان ٹیپو کا مقام بہت ہی بلند اور ارفع و اعلی ہے ۔اقبال نے ٹیپو سلطان شہید کو بڑے احترام اور عقیدت سے سراہا ہے ۔وہ اس عظیم شہید کی غیرت ، بہادری ، جرات ، مومنانہ جذبہ ایمان ،حریت پرستی ،حب رسول اور بے باکی کی صفات کی بڑی قدر دانی کرتے تھے ان کے دل میں سلطان کی محبت کا جذبہ اس قدر زیادہ تھا کہ انھوں نے اپنی کتابون میں محبت بھرے اشعار تحریر کیے ہیں اور یوں دنیا میں ان کا نام ہر طرف روشن ہی نہیں کیا بلکہ بلند و بالا بھی کیا۔

علامہ اقبال نے شہید کی تعریف فراخ دلانہ انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کی ہے۔

کیونکہ جب ان ہندوستان میں راجے ،مہاراجے اور نواب اانگریز غلامی پر لبیک کہہ رہے تھےتو سار برصغیر میں صرف ٹیپو سلطان ہی ایسا مرد مومن و مجاہد تھا جو میسور کی طرف سے آ آگے بڑھا اور ہر جگہ انگریزوں کو میدان میں مات دیتا ہوا آزادی کا نعرہ بلند کرتا ہوا انگریزوں کے خلاف نفرت کے بیج بوتا ہوا دندناتا ہوا باپ کی طرح ہر میدان میں انگریزوں کے چھکے چھڑاتا ہوا میدان میں کودا اور انگریزوں کو اس قدر حیران اور پریشان کر دیا کہ وہ سلطان کے نام سے خائف اور لرزاں تھے

۔نوبت یہاں تک انگریزوں کی پہنچ گئی تھی کہ اس وقت برطانیہ میں وزیر اعظم مسٹر پٹ تھا۔وہاں تک سلطان ٹیپو کی فتوحات کی شہرت کا ڈنکا بج چکا تھا۔انگریز خائف ہونے کے ساتھ مکار اور عیار بھی تھا۔اس نے اپنے اندر ایسی صلاحیتیں پیدا کرنے کی کوششیں شروع کر دی تاکہ سلطان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

مسٹر پٹ نے اپنی اولیں منصوبہ بندی میں مسٹر مورنگٹن کو ہندوستان کا گورنر جنرل تعین کیا۔جس نے بڑی غور و فکر کے بعد سلطان کے بارے میں مختلف قسم کی معلومات جمع کرتی شروع کیں۔سلطان کے وزراء اور امراء میں نمک حرام تلاش کیے اور مختلف گرد و نواح کے راجاؤں جن میں مرہٹے اور نظام حیدر آبادی جیسے لوگ شامل تھے اپنے ساتھ سلطان کے خلاف ملا ئے اور ان کو مختلف انداز میں لالچ دے کر ان کا اعتماد حاصل کیا۔

مگر یہ مرد مجاہد باپ کی طرح اپنے اٹل اصولوں پر قائم رہا۔سلطان نے انگریزوں کے ساتھ میسور کی تیسری اور چوتھی جنگ لڑی جو انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کی وجہ سے ناکام ثابت ہوئیں اور تیسری جنگ میں صلح کی نام ور شرائط پر صلح ہوئی تو چوتھی میسور کی جنگ میں سلطان خود شہید ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا ۔سلطان اصل میں باغیرت، بہادر، سپہ سالار تھا۔اس نے غیور ہونے کی وجہ سے انگریز کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے بلکہ اس نے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جانا منظور کیا مگر مرد مومن مجاہد ہوتے ہوئے کافر کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا اور یہی غیور مرد مومن کی پہچان ہے جو کہ سلطان ٹیپو نے دشمن کے سامنے پیش کی۔سلطان ٹیپو کی

یہ مومنانہ ادا ڈاکٹر علامہ اقبال کو بہت پسند آئی تو وہ ۱۹۲۹ءکو سلطان شہید کو عقیدت کے پھول پیش کرنے کے لیے میسور روانہ ہوا اور سرنگاپٹم میں مزار پر حاضری دی اس دوران میسور کی تاریخ کے سالار کا کردار آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا تو وہ فرماتے ہیں کہ:۔

''یہ حقیقت ہے کہ زندگی موت اور شہادت کا فلسفہ انھوں نے میسور کے غیور ٹیپو سلطان سے سیکھا ۔''جاوید نامہ'' اور ''ضرب کلیم''میں سلطان شہید کی خدمت میں عقیدت کا نذرانہ پیش کیا۔''

سلطان ٹیپو کے نام کو سورج اور چاند سے بڑھ کر روشن کیا ہے اور یہ کہ اس کی قبر کی مٹی زندہ لاگوں کی نسبت زیادہ حرارت والی ہے وہ آزادی کا شہید ہے۔غیرت کا شہید ہے وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا ہے اگر اس کا نام زندہ اور تابندہ ہے ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ:۔

''دکن کی سرزمین اس شہید کی وجہ سے عزت اور شہرت کی وجہ بن گئی ہے۔وہ عظیم شہید گفتار کا ہی نہیں بلکہ کردار کا آدمی تھا۔اس کی گفتار اس کا کردار تھی وہ ہر دم متحرک اور عملی انسان تھا۔وہ تھوڑے عرصہ کے لیے زندہ رہا۔مگر ایسی روشنی چھوڑ گیا کہ اس کا نام چمکتا رہے گا۔''

مزید فرماتے ہیں:۔

''وہ شاہین کی طرح زندہ رہا اور شاہین کی طرح جان دے دی۔''

سلطان شہید ہمیں ایک مقولہ دے گیا ہے کہ:۔

’’شیر کی ایک دن کی زندگی بھیڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔‘‘

بہتر یہ ہے کہ بہادر دمی موت پر ایسے چھپٹتا ہے جیسے شاہین کبوتر پر چھپٹتا ہے ۔غلامی اور آزادی کا فرق سلطان نے بہت واضح کر دیا ہے۔

غلام ہر دم موت کے خوف سے خائف رہتا ہے اور یوں اس کی زندگی ااس پر عذاب بن جاتی ہے اس کا سکون اور اطمینان خواب بن جاتا ہے اس کے برعکس آزاد انسان کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔اس کو موت سے بالکل ڈر نہیں لگتا۔اس کے لیے موت وقتی ٹھہراؤ کا نام ہوتا ہے بلکہ اس کی بدولت ہمیشہ اور دائمی زندگی پا لیتا ہے سلطان شہید نے خون کا نذرانہ دے کر شہادت حاصل کی اور یوں امام حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے شہادت کے جذبے کو زندہ کر دیا۔

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں کہ:۔

’’سلطان شہید نے مسلمانوں کو بڑا اعلی پیغام دیا ہے۔

زندگی میں ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہو۔کسی قسم کی رکاوٹ کو قبول نہ کرو زندگی مسلسل سفر کا نام ہے۔راستے میں کتنے ہی دل کش منظر کیوں نہ آئیں کبھی نہ رکو۔تن آسان نہ بنو۔اگر تم ندی ہو تو دریا بن جاؤ۔اور طوفان بن کر بڑھتے رہو۔ساحل قبول نہ کرو۔غیرت مند مسلمان بن کر زندہ رہو۔عزت اور خودداری کی حفاظت کرو اور فقط خدا کے آگے سر جھکاؤ۔‘‘

اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو اپنی خودی کو بیدار کرنے کا سبق دیا اس طرح اقبال کی خودی کو سلطان شہید نے عملی زندگی میں لا کر عمل کر کے لوگوں کو عملی طور پر ہر سبق سکھایا مگر صرف زندہ اقوام ایسے شہدا کی زندگی سے سبق اور نصیحت حاصل کرتی ہیں۔

باب نمبر ۲۱ ٹیپو سلطان کی شہادت اور تحریک پاکستان

ہندوستان کی سرزمین پر مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال بھی زائد حکومت کی ۔محمد بن قاسم کی آمد سے مسلمانوں کے دور کا آغاز شروع ہوتا ہے اور کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں کا اقتدار ہندوستان کی سرزمین پر شمار کیا جاتا ہے ۔اس وقت کے حکمرانوں نے بھی اپنے حالات و وسائل کے مطابق اسلام کے فروغ کے لیے بہت کام کیا ۔مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی حکومت میں کمزوریاں واقع ہوتی چلی گئیں اور دشمن ترچھی آنکھوں سے ان کمزوریوں کو نوٹ کرتا چلا گیا ۔اور اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی اور وسائل کو جمع کرتا رہا۔

اس طرح کا ایک دشمن ہندوستان میں انگریز جو کہ تجارت کی غرض سے آیا اور انگریزوں نے ہندوستانی ماحول کا جائزہ لینے کے بعد ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی بنائی اور چونکہ اس وقت مغلیہ دور کی حکومت تھی اور شہنشاہ اورنگ ذیب کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد حکومتی مشینری تو کمزور ہو چکی تھی ۔ ملک پر قانون پر عمل نہیں ہو رہا تھا ۔مغلیہ خاندان کے حکمران اپنی تاج پوشی کے لیے دن رات ذاتی ایجنٹوں اور جھگڑوں میں مصروف رہتے تھے یا پھر وہ عیاشی اور آسائشوں کو حاصل کرنے کے لیے لڑتے رہتے تھے تو انگریز نے جب ملک کو خانہ جنگی اور سازشوں کا شکار پایا تو اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مغلیہ دور کے حکمرانوں سے انھوں نے تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت حاصل کر لی جو کہ مغلیہ خاندان کے حکمرانوں نے

معمولی سی خوشامد اور مکاری کے اثر سے دے دی اور ہندوستان کے عوام کو بھی گویا مغلیہ خاندان کے حکمرانوں نے بھی انگریزوں کی غلامی میں دے دیا تھا انگریزوں نے تجارتی کوٹھیاں پہلے ساحلی علاقوں میں قائم کرلیں ۔اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسری جگہوں پر بھی اپنا کاروبار کرتے رہے ۔انگریزوں نے جو مغلیہ سلطنت کی مرکزیت کو دم توڑتے دیکھا اور مختلف قوموں یعنی مرہٹوں ،سکھوں اور راجاؤں کو اپنے اپنے اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے لڑتے دیکھا تو اندازہ لگایا کہ چونکہ ہندوستانی حکمرانوں میں اتفاق ومحبت کا عنصر بہت کم ہے محض خودغرضی اور مختاری کا ہی جذبہ ان میں کارفرما ہے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہے۔

تو چالاک اور ہوشیار و مکار انگریز کے منہ سے اقتدار کی رال ٹپکنے لگی اور اس نے سوچا کہ

''ایسے حالات میں ہندوستان پر حکمرانی کا خواب دیکھا جاسکتا ہے۔''

تو انگریز نے ہندوستانی حکومت حاصل کرنے کے لئے پڑوسی نوابوں ،راجوں اور مختلف ریاستوں کے والیوں سے بات چیت شروع کردی اور مختلف اپنے مکاری و ہوشیاری کے طریقوں سے ان کو اپنے مفاد میں قائل کرتے رہے ہندوستانی راجوں میں اکثر وبیشتر جاہل ،متعصب اور برادری کے نظام میں جکڑے ہوئے تھے ۔اس لیے وہ انگریز کی اندرونی چالوں اور سازشوں کو نہ سمجھ پائے۔

دلی کی مغلیہ سلطنت کے کمزور ہو جانے سے مرہٹے بھی اپنے آپ کو بہت بڑی فوجی طاقت سمجھنے لگے تھے اور ان کے سر پر پھر سردار پورے ہندوستان پر حکومت

کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور انھوں نے شہنشاہ دلی اور دوسرے پڑوسی چھوٹے موٹے مسلمان حکمرانوں کو تنگ و پریشان کرنا شروع کر دیا ان کا مقصد ہندوستان میں اپنی حکومت کو وسیع اور مضبوط کرنا تھا۔جس کے لیے وہ آئے دن گٹھ جوڑ کرتے رہتے تھے۔

اب ایک طرف انگریز ہندوستان میں حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا تو دوسری طرف مرہٹے بھی اپنا سر اٹھا رہے تھے۔جب کہ اصل ہندوستان کی حکومت کے وارثوں پر زوال کا حملہ تھا، ہندوستان میں یہی دونوں بڑے مسلمانوں کے دشمن شمار کیے جاتے تھے تو انگریز چونکہ تجارتی ذہن رکھنے کے علاوہ سیاسی شعور اور حکمرانی کے اصولوں سے بھی واقف تھا۔اس لیے انگریز نے مرہٹوں کو بھی اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔اگرچہ شروع میں انگریزوں کو مرہٹوں نے خوش آمدید تو نہ کہا مگر جب انھوں نے بھی حالات کا مقابلہ کیا جس میں وہ بار بار ناکام رہے تو انھوں نے مجبوری کے عالم میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس طرح انگریز اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا چلا گیا۔جس کے نتائج آئندہ اوراق میں بیان کیے گئے ہیں۔تو ان دنوں میں ریاست میسور ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس پر ہندو راجہ حکمرانی کرتا تھا سلطان ٹیپو کا باپ حیدر علی میسور کے راجہ کی فوج میں ملازم تھا۔مگر حیدر علی بڑا بہادر اور گھوڑسواری میں ماہر سپاہی تھا راجہ میسور کی فوج میں اعلیٰ منصب پر مقرر تھا۔

چونکہ مرہٹے ہندوستان میں ملک گیری کی ہوس کا شکار تھے اور وہ ہر کمزور و ناتوان کو تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے کے خیال میں تھے تو مرہٹوں نے ۱۷۶۱ء میں

میسور کی ریاست کے راجہ کو تر نوالہ خیال کرتے ہوئے میسور پر سازشیں اور چھیڑ خوانی شروع کر دیں۔

ہندوستان کی ریاست میسور کی ایک رانی اور ایک ہندو سردار جس کا نام اکھنڈے راؤ تھا۔اس نے حیدر علی کے خلاف سازشیں اور گٹھ جوڑ شروع کر دیا اور ان کی سازشیں یہاں تک کامیاب ہوئیں کہ انھوں نے ریاست کے راجہ کو بھی اس میں شریک کرلیا اور حیدر علی کے خلاف راجہ کو اس وجہ سے بھی بدظن کر دیا کہ وہ مسلمان سپہ سالار ہے اس سے کسی وقت بھی کنظرہ ریاست کو لاحق ہو سکتا ہے اور ریاست پر قبضہ کر سکتا ہے۔راجہ چونکہ اقتدار کا بھوکا تھا۔اس نے ان کی ان سازشی باتوں کو درست سمجھ کر ان کے ساتھ ہاں میں ہاں ملانے لگا اور ہندو سردار اکھنڈے راؤ کے مطابق اس نے بھی حیدر علی کو نکالنے لگانے کا خیال کرلیا اور اس کے بارے میں یہ پروگرام طے پایا کہ:۔

''جونہی حیدر علی سرنگا پٹم پہنچےتو ۳ اس قیام گاہ کو آگ لگا دی جائے۔''

مگر جسے خدا رکھے اسے کون گزند پہنچا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حیدر علی کی اندگی کو بڑھانا تھا تو وہ ان کی اس ناکام سازش کو سمجھ گیا یا اس کو علم ہو گیا تو اس نے اپنے بیوی بچوں کو خدا کے سہارے چھوڑ کر خود ریاست میسور کے دارالخلافہ سرنگا پٹم سے باہر چپکے سے نکل گیا اور اس طرح رانی اور ہندو سردار اکھنڈ راؤ کے خیالات خاک میں مل گئے اور حیدر علی حفاظت سے نکل گیا تو پھر ان سازشی لوگوں نے راجہ سے فوج کی اجازت لے کر حیدر علی کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا۔حیدر علی کو ان تمام

حالات کا علم ہو رہا تھا تو وہ باہمت، جرات مند سپاہی تھا اس نے ہمت نہ ہاری بلکہ اس نے اپنے ہم نشیں چند جان نثاروں کو اکٹھا کیا اور ان کو ایک فوج کی شکل دے کر راجہ میسور کی فوج کا خوب مقابلہ کیا اگر چہ حیدر علی کی فوج کی تعداد کم تھی مگر چونکہ راجہ کی فوج منظم اور مستعد نہ تھی اس لیے حیدر علی کی فوج اس پر غالب آ گئی اور حیدر علی نے فتح حاصل کر کے سرنگا پٹم پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح حیدر علی سپہ سالار سے نواب حیدر علی بن گیا۔ وہ ریاست میسور کا حکمران سترھویں صدی میں ہی بن گیا۔

راجہ حیدر علی میسور کا حکمران قرار پایا حیدر علی باغیرت اور حیا کا پتلا تھا وہ بہادر، جری اور مضبوط شہ سوار تھا۔ جنگی مہمات میں حصہ لے چکا تھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور اپنے زور بازو سے حکومت حاصل کی تھی کسی کا مرہون منت نہ تھا۔ اس نے کسی کو بھی خاطر میں نہ لایا جو بھی سامنے آتا تھا اس کو کچلتا چلا جاتا حتیٰ کہ اس کی بہادری اور حکومت سازی کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی۔

دوسری طرف انگریز بھی راجاؤں اور دوسرے سرداروں سے ہندوستان میں حکومت بنانے کے لیے کوشاں تھا۔ وہ یہ محسوس کر چکا تھا کہ مسلمان حکمران ان کے راستہ می رکاوٹ بن سکتا ہے۔ حیدر علی نے عملی صورت میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام دکن سے بھی مقابلہ کیا اور سب کو اکیلے مار کر بھگایا۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے تمام چھوٹے چھوٹے حکمران خائف ہو گئے اور حیدر علی کو سب نے خطرے کا الارم قرار دیا۔ ان کے علاوہ انگریزوں کا بھی یہی خیال تھا تو سب اس وجہ سے اس مقصد پر اکٹھے ہو گے حیدر علی نے اپنی بہادری، ہیبت ناکی، اور سپاہیانہ

تیزی کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریز ہکا بکارہ گئے اور اس کے ہندوستان پر قبضہ کے خواب خاک میں ملتے نظر آنے لگے اور اس کی حکومت کا خواب پورا ہوتا نظر نہ آسکا۔ حیدرعلی نے اپنی وفات سے پہلے انگریز پر ایک ایسی دھاک بٹھا دی تھی کہ جنوبی ہند کا بچہ بچہ اسے ''بہادر'' کے لقب سے پکارتا تھا۔

کیونکہ نواب حیدرعلی نے انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ لڑائیوں میں شکستیں دی تھیں اور انگریز حیدرعلی کے نام سے لرزاں تھے اور خائف ہونے کے باعث حیدرعلی کی حکومت کو اپنے وقار کے منافی قرار دیتے تھے انگریزوں نے حیدرعلی کی بہادری کی داستانیں حکومت کے پیانے تک پہنچا دی تھیں تو حکومت برطانیہ میں اس وقت وزیراعظم سٹرپٹ تھا۔ جو کہ بڑا سمجھدار، زود فہیم اور زیرک آدمی تھا اس نے بھی حیدرعلی کی موجودگی میں ہندوستان پر قبضہ مشکل خیال کیا۔ تو اس نے ایسے آدمی کی تلاش کی جو ہندوستان میں انگریز کے قبضے کے سامنے اس رکاوٹ کو ہٹائے تو مسٹر پٹ (MR pit.) نے لارڈ مورنگٹن کو اس مقصد کے لیے منتخب کیا اور اس کو ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کر کے بھیجا تو وہ راستے میں آتے ہوئے راس امید کے مقام پر رکا جہاں اس کے ذہن میں ٹیپو سلطان کے بارے غلط قسم کا پروپیگنڈہ مسٹر جنرل میڈوز اور دیگر ساتھیوں نے لارڈ مورنگٹن نے کانوں میں ڈال دیا۔ جس سے لارڈ مورنگٹن کے ذہن میں سلطان ٹیپو کے خلاف نفرت بڑھ گئی اور اس نے واقعی سلطان ٹیپو کو انگریزوں کا دشمن سمجھا اور اس کے مطابق گورنر جنرل ہند نے منصوبہ بندی کی جس میں وہ کامیاب رہا۔

حیدر علی کو تو موت نے فرص نہ دی وہ ۱۷۸۲ء کو فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا ابو الفتح ٹیپو سلطان تخت نشین ہوا جو کہ باپ کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگوں میں شریک تھا اور اس نے انگریزی فوج کو شکست سے بھی ہم کنار کیا۔ تو سلطان ٹیپو کے دل میں انگریزوں کے بارے میں نفرت حیدر علی سے بھی زیادہ تھی تو انگریزوں نے یہ سوچا کہ سلطان ٹیپو انگریزوں کا پکا دشمن ہو گا اس کا اقتدار ختم کیا جائے ۔سلطان ٹیپو حیدر علی کی طرح بہادر، دلیر، اور جری تھا۔ وہ اسام کا شیدائی بھی تھا، وہ ایک بہترین گھوڑ سوار، نشانہ باز اور دیگر فوجی امور میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ اسے دین اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم دی گئی تھی۔ وہ آزادی کا متوالا اور ہندوستان میں انگریز کا کٹر دشمن تھا جب تمام ریاستوں نے اس کا ساتھ دینے کی بجائے اس کی مخالفت شروع کر دی اور انگریز کا ساتھ دیا تو سلطان ٹیپو بالکل نہ گھبرایا۔ کیونکہ سلطان ایک بہادر کی طرح اس قدر اسلام کا شیدائی تھا۔

وہ ایک بہترین گھوڑ سوار، بہترین نشانہ باز اور دوسرے فوجی امور میں مہارت رکھتا تھا۔ کیونکہ باپ نے بیٹے کو دین اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی ۔

وہ انگریز کا پکا دشمن تھا۔

آزادی کا متوالا اور شیدائی تھا۔

مگر جب ہندوستان کے ہمسایہ ریاستوں کے راجاؤں نے سلطان ٹیپو کا ساتھ دینے کی بجائے انگریزوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے اپنے اکیلے پن سے انگریز کی نفرت میں کمی نہ کی اور نہ اس کے بارے میں خیالات میں ہی کوئی

تبدیلی آئی وہ پہلے سے بھی بڑھ کر انگریزوں کا دشمن ثابت ہوا کیونکہ وہ انگریزوں کے ساتھ لڑنے کو ''جہاد'' کہتا تھا۔اسلام نے جہاد کافروں کے خلاف اسلام کی خاطر لڑائی کرنے کو کہا جاتا ہے دوسرے الفاظ برائی کو ختم کرنے اور اچھائی یا نیکی کو پھیلانے کے لئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے تو سلطان ٹیپو بھی مذہبی تعلیم کا نام تھا۔وہ انگریزوں کو کافر سمجھتا تھا اوران کو ہندوستان کے غاصب بھی خیال کرتا تھا اوراس نے اپنی سلطنت کا نام ''سلطنت خداداد'' رکھا ہوا تھا جو کہ ایک اسلامی نام تھا اور دراصل سلطنت ان کو اللہ تعالٰی نے دی تھی سلطان ٹیپو کو تو وراثت میں ملی تھی مگر حیدرعلی نے اس ریاست کی سلطنت اپنی بہادری،،دلیری اور جرات کے ذریعے لڑ کر حاصل کی تھی۔اس سے قبل ہندو راجہ میسور کا حکمران تھا۔حیدرعلی نے ہندو راجے کی فوجوں کے ساتھ لڑائی کر کے اس کو شکست دے کر حاصل کی تھی جس کی وجہ سے سلطنت خداداد کہتا تھا۔

انگریز بڑا سمجھ دار،ہوشیار اور چالاک تھا وہ یہ جان گیا تھا کہ ٹیپو سلطان کی موجودگی میں وہ ہندوستان میں اپنا اقتدار قائم نہیں کر سکتا اور نہ وہ حکومت ہی ہندوستان میں کرنے کے قابل ہوگا۔

اس لیے انگریز نے سلطان ٹیپو کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے منصوبہ بندی ضروری سمجھی جو کہ درج ذیل تھیں

۱۔کرنل ریڈ کو محکمہ جاسوسی کا سربراہ بنایا گیا۔

۲۔سلطان ٹیپو کے وزیروں،امیروں،اور دیگر نمک حرام لوگوں کو طرح طرح کا

لالچ دے کر اپنے ساتھ ملایا گیا اور ان سے سلطان ٹیپو کے خلاف راز اگلوائے گئے

۔

۳۔ مرہٹوں اور نظام حیدرآباد اور دوسرے نوابوں کو ساتھ ملایا گیا۔

۴۔ ہر طرف سلطان کے خلاف سازشوں کے جال بچھائے گئے۔

۵۔ سلطان ٹیپو کے خلاف عام سازشی پروپیگنڈہ کیا گیا جس سے لوگوں میں بد دلی سی پیدا کر دی۔

محمود بنگلوری نے اپنی کتاب تاریخ سلطنت خداداد میں یوں رقم طراز ہے کہ:۔

"سلطان ٹیپو ہی ہندوستان میں واحد شخص تھا جو انگریز کے قبضے سے ہندوستان کو آزاد اور محفوظ دیکھنا چاہتا تھا۔ سلطان ٹیپو ہندوستان سے انگریز کو بھگانا چاہتا تھا اور وہ انگریز کے عقائد و اعمال کے تحت خلاف تھا۔ دوسرے الفاظ میں ہندوستان کا سلطان ٹیپو سچا خیر خواہ اور ہمدرد تھا۔ اسے تاریخ میں بلند مرتبہ حاصل تھا جو ہندوستان میں اب تک کسی حکمران کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ ٹیپو سلطان انگریز کے خلاف لڑنے کو جہاد کا درجہ دیتا تھا اور جہاد کرتے ہوئے کسی شخص کا قتل شہید کہلاتا ہے اور اسلام میں شہید کے لئے دائمی زندگی کا درجہ ہے سلطان ٹیپو کے دورِ حکومت میں مسجدوں میں ہر جمعہ کو خطبات دیئے جاتے تھےاور لوگوں کو جہاد کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی اور عیدین پر بھی لوگوں کے اجتماع میں جہاد کی ترغیب دی جاتی تھی۔

اگر ہم ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ غیر جانبداری اور ایمانداری سے کریں گے تو ہمیں پاکستان کی تحریک آزادی کے کاروان میں سلطان ٹیپو کا نام ضرور نظر آئے گا کیونکہ سلطان نے اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کر کے اپنے خون سے آزادی کی شمع جلائی جو کہ آئندہ نسلوں کو روشنی کی دعوت دیتی رہی اور اسی شمع کی روشنی می آزادی کا قافلہ آگے بڑھتا رہا۔

تحریک آزادی میں نمایاں کارکن درج ذززیل نظر آتے ہیں جنھوں نے اس آزادی کی شمع کی روشنی میں تحریک کو آگے بڑھایا اور پاکستان حاصل کیا۔

ا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان۔

۳۔ حافظ رحمت اللہ علیہ۔

۴۔ سید احمد شہید رحمۃ علیہ۔

۵۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ علیہ۔

۶۔ سر سید احمد خانؒ

۷۔ مولانا حسرت موہانیؒ

۸۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی۔

۹۔ مولانا ظفر علی خانؒ

۱۰۔ ڈاکٹر علامہ اقبال شاعر مشرق۔

۱۱۔ قائد اعظم محمد علی جناح۔

ان میں سے کسی کے بھی کردار کو تحریک پاکستان کے مطالعہ میں نظر انداز یا فراموش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سب کا اپنے اپنے دور زندگی میں دوقومی نظریہ کو اجاگر کرنے میں بڑا ہاتھ اور حصہ تھا۔

ٹیپو سلطان آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے اگرچہ میدان جنگ میں شہید ہو گئے مگر ان کا مشن ختم نہیں ہوا۔تاریخ میں ان کی تگ ودو اور آزادی کا نعرہ مٹ نہیں گیا بلکہ وہ ایک تازہ اور پکا ہو گیا مسلمانوں کے دلوں میں انگریز کے خلاف زیادہ نفرت پھیلی ان تحریک پاکستان کے مجاہدوں کو سلطان ٹیپو کی طرح اپنے وطن کی مٹی سے محبت، انس اور پیار تھا سلطان بھی اسلام کا مبلغ تھا۔جب کہ انگریز عیسائیت کا علمبردار تھا۔ٹیپو سلطان اپنے باپ کی طرح اسلام کا سپاہی تھا اور اسلام کی خاطر جان دینے پر فخر کرتا تھا۔

چونکہ انگریز ایک تاجر کی حیثیت سے ہندوستان میں آیا تھا اگرچہ وہ واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔مگر سلطان ٹیپو انگریز کو واپس اپنے ملک میں بھیجنا چاہتا تھا سلطان ٹیپو جانتا تھا کہ اگر انگریز ہندوستان میں رہا تو ہندوستانی باشندوں کی آزادی کو سلب کر لے گا۔ان کے مال ومتاع کو نقصان پہنچائے گا اور ساری زندگی باشندے غلامی کی زندگی بسر کریں گے تو اس نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے اپنی قیمتی جان قربان کر دی اور حضرت امام حسین کے شہیدوں کا وارث ہو گیا۔اس طرح اس نے تاریخ میں آزادی کے ایک اور باب کا اضافہ کر دیا۔مگر اس نے دشمن کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ اپنے اصولوں پر ڈٹا رہا۔اس نے گیدڑ کی طرح

اپنے آپ کو چھپایا نہیں بلکہ شیر کی طرح اکیلا میدان می گرجتا اور برستا رہا اور ایک بہادر اور دلیر سپاہی کی طرح میدان میں دشمن کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے سلطان شہید کے حالات زندگی اور اس کے معرکوں کا عمیق مطالعہ کیا اور اس نے سلطان کے جرات مندانہ کارناموں کے طفیل اس نے سلطان شہید کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی میں اس نے بھی اس تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا اور آخر کار پاکستان کو ہندوستان سے الگ حاصل کر لیا۔

ٹیپو سلطان نے غیور مسلمان کی طرح جان دے دی مگر بے اصول انگریز کے سامنے جھکا نہیں اور وہ ساری زندگی اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے اسلامی راستے پر چلتا رہا اور آزادی اور حریت کی شمع کو جلاتا رہا۔

جب سلطان شہید سرنگا پٹم کے قلعہ مین انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو گیا تو انگریزی فوج کے سپہ سالار جنرل ہیرس نے سلطان ٹیپو کی لاش کے قریب جا کر کھڑا ہو کر یہ بلند آواز سے پکارا کہ:۔

''آج ہندوستان ہمارا ہے۔''

اس کا یہ مطلب ہوا کہ انگریز نے ہندوستان کا مالک سلطان شہید ٹیپو کو سمجھا ہوا تھا جو کہ اس کا اندازہ درست بھی تھا اب چونکہ وہ شہید ہو گیا ہے اور اس جیسا اس کے بعد کوئی بھی فرد نہیں رہا ہے جو انگریزوں کو ہندوستان پر قبضہ کرنے سے منع کرے گا تو انگریز جنرل ہیس نے یہ الفاظ خوشی اور انسباط کی حالت میں کہے اور واقعی سلطان کی

شہادت کے بعد انگریزوں نے آہستہ آہستہ دوسرے علاقے اپنے قبضے میں لانے شروع کر دیئے اور اس طرح وہ اکیلا ہندوستان کا مالک اور حکمران بن گیا۔

محمد علی چراغ اپنی کتاب اکابرین تحریک پاکستان میں سلطان ٹیپو کے حوالے سے یوں رقم طراز کرتے ہیں کہ:۔

"گو جنوبی ہندوستان میں حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے نصف صدی تک استعاری انگریزوں کے ساتھ نہایت دلیری، بہادری، جرات مندی، اور پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور انگریزوں کے اس خطے میں پاؤں نہ جمنے دئے لیکن اب باپ بیٹے کی قربانی نے برِاعظم پاک و ہند کی حریت پسندی اور انگریز دشمنی کی وہ مثال قائم کر دی کہ اس کی نظر ممکن نہیں۔ حیدر علی اور سلطان ٹیپو کی حریت نوازی۔ محض جنوبی ہندوستان کا تقاضا نہیں بلکہ پورے برِاعظم کی آزادی کی ایک داستان ہے جس کو تاریخ کسی صورت میں محو نہیں کر سکتی اور داستان کی روشنی میں تحریک پاکستان شروع ہوئی اور سلطان ٹیپو کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے مسلمان اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے رہے آخر کار مسلمانوں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور آزاد مملکت پاکستان حاصل کر لیا۔ یہ ان اسلاف کی قربانیوں کا ثمر ہے جو آج آج وہ آزاد پاکستان میں رہ رہے ہیں اگر ہمارے اس طرح کے بہادر اسلاف دنیا میں نہ آتے تو ہمارے لیے آزادی ممکن نہیں تھی اور ہم اب

تک غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔''

ہم تمام پاکستانیوں کو ٹیپو اور اس کے بعد تحریک پاکستان میں شامل بزرگوں کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انھوں نے اپنی قیمتی جانیں آزادی کی خاطر قربان کر دیں انھوں نے اقتدار کو ٹھوکریں ماریں اور اپنے اسلامی اصولوں کو نہ چھوڑا۔ بلکہ ان پر کاربند رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو اپنی زندگیاں گزار کر دار فانی سے چلے گئے اب ہم ان کی کوششوں کی طفیل آزاد پاکستان میں گزار رہے ہیں اور انشاء اللہ آزادی کی فضا میں ہماری آئندہ نسلیں بھی زندگی گزاریں گیں۔ پاکستان زندہ باد۔

کتابیات

۱۔مشاہیر (مشرق کی شخصیات کا تذکرہ)
ازنظامی بدایونی نظر ثانی افضل حق میر۔

۲۔سلطان ٹیپو از مولوی سید امجد علی اشہری۔

۳۔تحریک پاکستان از سید امیر علی۔

۴۔تحریک پاکستان (سوالاً جواباً) امیر علی خان۔

۵۔ٹیپو سلطان کے حالات زندگی از سید نعیم الحسن۔

۶۔ٹیپو سلطان از آغا اشرف۔

۷۔تحریک پاکستان از اصغر علی جعفری۔

۸۔نشان حیدری تاریخ ٹیپو سلطانؒ۔از سید میر علی کرمانی۔

۹۔سلطان شہید۔از ڈاکٹر عطش درانی۔

The End---------------------- اختتام